بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلدستۂ سخن

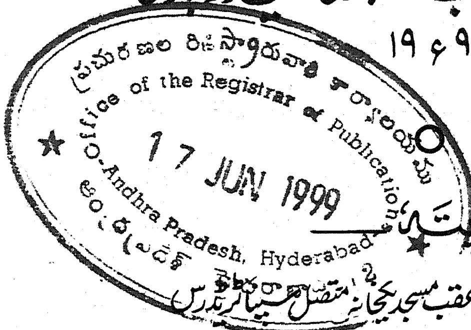
حصّہ دوم

سماجی و ادبی موضوعاتی نظموں کا انتخاب

مصنّفہ

محمد امان علی ثاقب صابری حیدرآبادی

۱۹۹۷



پتہ

مکان نمبر 22.8.467 عقب مسجد یکخانہ متصل [illegible]

حویلی قدیم، حیدرآباد ۲

فون 526919



فہرست موضوعاتِ گلدستہ

صفحہ نمبر

۱۔ تعارف ____ ۴

۲۔ تاثراتِ اکابرین و دانشوران ____ ۱۰

۳۔ محسوساتِ طالبِ علم ____ ۱۷

۴۔ ترانۂ طالبانِ علم ____ ۲۰

۵۔ ترانۂ معلم ____ ۲۳

۶۔ علم کی اہمیت و ضرورت ____ ۲۵

۷۔ علم کی فضیلت اور تعلیمِ نسواں کی اہمیت ____ ۲۸

۸۔ ہماری اردو اور اس کا موقف ____ ۳۳

۹۔ اردو مثنوی ____ ۳۶

۱۰۔ اردو ناول اور اس کا موقف ____ ۳۹

۱۱۔ فنِ عروض کی اہمیت ____ ۴۲

۱۲۔ یادِ تاسیس آندھرا پردیش ____ ۴۶

۱۳۔ ہم مل کر عید منائیں گے ____ ۴۹

۱۴۔ یادِ فلسطین ____ ۵۲

۱۵۔ جہیز اور ہم ____ ۵۵

۱۶۔ خاندانی فلاح و بہبود کے ترجمان اشعار ____ ۵۹

۱۷۔ ایک شادی اپنوں کی ____ ۶۲

۱۸۔	جوڑا جہیز چھوڑو	۶۸
۱۹۔	شاعر اور ٹاڈا	۷۰
۲۰۔	مقام اقبال	۷۳
۲۱	تعارف جمعیۃ العلماء	۷۶
۲۲	پانی کی حقیقت اور اسکی اہمیت	۸۲
۲۳۔	ہم اور ہمارا پانی	۸۷
۲۴۔	ہماری سڑکیں	۹۰
۲۵	اجتماعی شادیوں کی تہنیت	۹۳
۲۶۔	خاک طیبہ ٹرسٹ	۹۵
۲۷۔	فضیلت تعمیر مسجد	۹۷
۲۸۔	تعارف جامعۃ الفاروقیہ	۹۹
۲۹۔	فضیلت آثار مبارک	۱۰۱
۳۰۔	دار القضاۃ	۱۰۳
۳۱۔	فضیلت روزہ داری	۱۰۵
۳۲۔	انجمن قادری	۱۰۷
۳۳۔	فلسفۂ شہادت	۱۰۹
۳۴۔	تعارف الفلاح کمیٹی	۱۱۳
۳۵۔	تعارف انجمن قدس	۱۱۵
۳۶۔	تعارف عظمت برقعۂ اسلامی	۱۱۸
۳۷۔	تعارف عود اگر و فارس	۱۲۰

تعارف

جناب محمد امان علی ثاقب صابری ایک کہنہ مشق پُر گو شاعر ہیں ساتھ ہی خوش فکر بھی ہیں۔ زاید از پچاس سال سے شعر گوئی میں مشغول ہیں۔ ہر صنف شاعری میں فکر سخن کی ہے۔ توحید و رسالت پر خاص توجہ ہے۔ حمد و نعت، توحید الٰہی اور عشق رسالت میں ڈوب کر کہتے ہیں اور بزرگانِ دین۔ پیران عظام اور مشائخین کرام کی منقبت میں وہ کمال پیدا کیا کہ ان کے ساتھ عقیدت کا حق ادا کر دیا ہے۔ نیز علوم دنیا و دین کی نامور اور جلیل القدر شخصیتوں پر بڑی تعداد میں نظمیں لکھی ہیں جن میں ان شخصیتوں کے کمالات کو بہ حسن و خوبی قلمبند کیا ہے اور بلا کسی مبالغہ کے ایک مکمل اور واضح قلمی تصویر پیش کی ہے۔ جناب ثاقب صابری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے ممدوح کے نام کو ردیف بنا کر اپنے اظہار حق و صداقت کو جاری رکھتے ہیں اور احساسات کا میل رواں جاری و ساری رہتا ہے۔

جناب ثاقب صابری کے کلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے غزل سے زیادہ نظم کی طرف توجہ دی ہے۔ اور نظموں میں موضوعاتی نظموں کو اولیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے جنوری ۱۹۹۳ء میں اپنی موضوعاتی نظموں کا ایک انتخاب بنام "گلدستۂ سخن" شائع کیا۔ اس مجموعہ کلام کے تعارف میں خود کہتے ہیں کہ

"اس دور کے مفکروں، دانشوروں، شعرا و قلم کاروں سے موجودہ حالات و تقاضے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کو حب الوطنی کے فروغ، خوشحالی، وطن کے استقرار جمہوریت کے استقلال اور سیکولرزم کی وسعت و استحکام کیلئے دلکش اور عام فہم انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ اسی احساس اور تقاضے نے اس شاعر کے قلم سے سماج اور قوم کے مختلف گوشوں اور متفرق زاویوں کی تصویر کشی فکر و شعر کے آئینہ میں کی ہے کہ ایک صالح ذہن تشکیل و فروغ پا سکے"

مزید کہتے ہیں ؎

اس دور کا تقاضا جس کا ہوا ہے طالب
تعمیر کا اثاثہ گلدستۂ سخن ہے

چنانچہ اس گلدستۂ سخن میں مختلف اور متنوع موضوعات پر نظمیں منتخب اور شریک کی گئی ہیں۔ چنانچہ علم، اردو، وطن، امن، فرقہ پرستی، آزادی، قومی یکجہتی، جامعہ نظامیہ، جامعہ ہمدرد، نگر۔ طور بیت المال اور دیگر مذہبی عنوانات وغیرہ سے متعلق نظمیں موجود ہیں۔

چند شعر منتخب اور پیش ہیں۔ قومی یکجہتی پر اظہار خیال ملاحظہ ہو۔

پیشوایان مذاہب سب ہیں اس پر متفق
جادۂ رشد و ہدایت قومی یکجہتی میں ہے

صرف مٹھی بھر ہیں ظالم نشۂ طاقت میں چور
ورنہ اپنی اکثریت قومی یکجہتی میں ہے

اختلاف ذات و مذہب پھول کی مانند ہیں
ان کے گلدستے کی صورت قومی یکجہتی میں ہے

فرقہ پرستی کی کارستانیوں کا ذکر دیکھئے۔

گھروں کو جلاتی ہے فرقہ پرستی
قیامت اٹھاتی ہے فرقہ پرستی

عدالت کی منکر، صداقت کی دشمن
فقط شر مچاتی ہے فرقہ پرستی

نہ ہوں ایک ہندو، مسلمان اور سکھ
یہی تو سکھاتی ہے فرقہ پرستی

سیکولر نہ ہو ملک اور خود ہو حاکم
یہ نقشہ بناتی ہے فرقہ پرستی

علم کے بارے میں علمی ترغیب یوں پیش ہے۔

علم نعمت بھی ہے، علم دولت بھی ہے
زندگی کی بڑی اک ضرورت بھی ہے
علم کا سیکھنا اور سکھانا ہے فرض
اس میں عزت بھی ہے حسنِ خدمت بھی ہے
علم اک نور ہے، علم اک تاج ہے
آرزوؤں کے سر پر سجاتے چلو
شرم ہے اور ندامت ہے ناخواندگی
علم کو اپنا مقصد بناتے چلو

انقلاب کے لوازم ملاحظہ ہوں۔

چاہئے اسلام کی جمہوریت　　ہے یہی تابانیٔ نورِ قدم
سربلندی ہے انہیں کے واسطے　　منتشر اجزا اگر ہوویں باہم
سیس کی دیوار بن کر ہم رہیں　　دشمنوں کے سامنے ثابت قدم

اپنی زبان کے سراپا کا بیاں یوں ہے۔

ہند کی گود میں جب تو پیدا ہوئی　　خلقتِ ہند سب تجھ پہ شیدا ہوئی
جب تو دلی سے بڑھ کر دکن آگئی　　بہمنی سلاطین تیری ہمدرد ہوئی
تجھ کو اپناتے جاتے تھے شاہ و گدا　　تیرے شیدائی تھے اصفیا، اتقیا
تیرے رطب اللساں تھے سراج و ولی　　تیرے شہکار 'سب رس' قطب مشتری
جب ولی تجھ کو لے شہر دلی گئے　　شہر والوں کے دل تجھ پہ آہی گئے
میر و غالب پرستار تیرے ہوئے　　اور چکبست و سرشار تیرے ہوئے
تو علمدار تہذیب گنگ و جمن　　نقطۂ اتصالِ شمال و دکن
تو زبانوں کے ایواں کی شہتیر ہے　　تو دلوں کو ملانے کی زنجیر ہے

ملک وقوم کی تعمیر میں عملی اقدام "سٹ ون" کی ترجمانی ثاقب کی زبانی سنئے۔

اپنے فیضان کا بہتا ہوا دریا سٹ ون — پست طبقات کا دلدار و سہارا سٹ ون
اس سے روزی کے کھلے آج ہزاروں ہی در — فخر ہے ناز کے قابل ہے ہمارا سٹ ون

شاعر کی نگاہ دور بین سے ہمدرد نگر کیسے پوشیدہ رہتا۔ کہتے ہیں۔

فیضانِ عمومی کا محور ہمدرد نگر ہمدرد نگر — ہے سارے اداروں میں برتر ہمدرد نگر ہمدرد نگر
محمود ہوا سبحان اللہ یہ آج حمید و حامد سے — دلی کا ہے اک روئے انور ہمدرد نگر ہمدرد نگر
نکلینگے طبیب حاذق اب اور تحفظ رحمانی کم ہوگا — ڈھلتے ہیں یہاں ایسے جوہر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

ملت کو سرچشمہ علم جامعہ نظامیہ کی دین کا ترانہ سنئے۔

اک دین کا اجالا جامعہ نظامیہ ہے — انوار کا نظارا جامعہ نظامیہ ہے
بغداد و اندلس کی کرنوں کا ترجمان ہے — ازہر کی شان والا جامعہ نظامیہ ہے
درس حدیث و قرآں، معقول اور منقول — اک جلوہ مدینہ جامعہ نظامیہ ہے

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ جناب ثاقب صابری مذہبی عنوانات مثلاً عیدین، رمضان شریف، شب قدر و شب برات۔ اور معراج شریف پر بڑے اثر انگیز اور سبق آموز خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس پہلے مجموعہ گلدستہ 'سخن' مطبوعہ ۱۹۹۳ء میں اور نظمیں شریک ہیں۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۸ء تک جناب ثاقب صابری " دیدۂ بینائے قوم " کے اپنے منصب کا فرض نبھاتے ہوئے اور مختلف و متنوع موضوعات پر نظموں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اب دوبارہ انہوں نے ان نظموں کا انتخاب کیا اور ۳۴ نظموں کو چن کر " گلدستہ سخن " حصہ دوم " کے نام سے پیش کرنے کا تصفیہ کیا۔ یہ نظمیں بھی اہم ترین موضوعات پر گوناگوں عنوانات سے سجی ہوئی ہیں۔ ان میں علم کی فضیلت و ضرورت، تعلیم نسواں کی اہمیت پر نظمیں اور متعلم و معلم کے ترانے شامل ہیں۔ ساتھ ہی عید، روزے، دار القضات، جہیز جوڑا گھوڑا، ایک شادی، اور اجتماعی شادیاں بہتر خاندانی فلاح و بہبود کے مسائل، شاعر اور ٹاٹا۔ ہم اور ہمارا پانی اور ہماری سڑکیں جیسے مسائل پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔

نیز تعلیمی و فلاحی ادارے جیسے جامعۃ الفاروقیہ، جمعیت العلمائے، خاک طیبہ ٹرسٹ، انجمن قادری اور الفلاح کمیٹی کا تعارف موجود ہے اسکے ساتھ ہی ادبی موضوعات اُردو مثنوی، اُردو ناول فن عروض، ہماری اُردو اور اس کا موقف، اور مقام اقبال پر نظمیں انتخاب میں شامل ہیں۔

اُردو میں جتنی اصناف سخن مروج ہیں کسی زبان میں اتنی اصناف نہیں ہیں، ویسے اُردو نظم کا بڑا حصہ غزل پر مشتمل ہے۔ غزل میں مروجہ مضامین اور پہلے کی کہی ہوئی باتوں کو نیا رنگ دیکر شعر کہے جاسکتے ہیں۔ اور غزل میں ردیف قافیئے بھی شعر کہنے میں مدد کرتے ہیں اسی وجہ سے طرح پر کہی گئی غزلوں میں ردیف قافیے کی وجہ سے اکثر خیالات لڑجاتے ہیں۔ اور پورے سے پورے مصرعے توارُد کی زد میں آجاتے ہیں مگر نظم نگاری میں یہ آسانی حاصل نہیں ہے۔ نظم نگار کے پاس جب تک کہنے کیلئے کچھ خیالات نہوں نظم نہیں لکھی جاسکتی۔ شاعر جب اپنی آنکھ کھلی رکھتا ہے۔ اور اپنے ماحول و گردو نواح کو دیکھتا ہے تاثر حاصل کرتا ہے تو دل و دماغ میں جذبات ابھرتے ہیں۔ خیالات پیدا ہوتے ہیں اور شعر کہنے کا سلیقہ ان خیالات کو اشعار میں ڈھال دیتا ہے۔ جناب ثاقب صابری کو شعر کہنے میں ید طولیٰ حاصل ہے زبان کے الفاظ اور محاورے صف باندھے اپنے استعمال کے منتظر رہتے ہیں اور بیان کا سیل رواں اپنی تمام جولانیوں کے ساتھ کار فرما آگے بڑھتا جاتا ہے۔ نظموں کا یہ مجموعہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ نموتاً چند اشعار پیش ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ جناب ثاقب صابری نے مضامین و مسائل کا کس طرح ہمہ جہتی احاطہ کیا ہے۔

(الف) ازل سے ابد تک ہے اسکی نظر میں ہے وہ سرمۂ چشم ایماں شہادت
خدا تک رسائی کا ہے ایک زینہ ہے حسن تمنائے پاکاں شہادت
خدا نے کہا ان کو مردہ نہ سمجھو چھپائے جسے زیرِ داماں شہادت

٭

(ب) آزادیٔ وطن کی تحریک کی حرارت ملت کی رہنما ہے جمعیت العلمائے
پروردۂ جناب مدنی حسین احمد حق کی عظیم طاقت جمعیت العلمائے

(ج) فیض بخشی کا پرنور مینار ہے خاک طیبہ ٹرسٹ ٭ مرحبا باثمر ایک گلزار ہے خاک طیبہ ٹرسٹ
جن کو اللہ سے سرفرازی ملی۔ دردمندی ملی ٭ ان کی کوشش سے ملت کا معمار خاک طیبہ ٹرسٹ

(د) اعتدال لذت و تسکین انساں کا ہے حق
بے لگامی ہوس پر تازیانہ ایڈز ہے
داعیِ درد والم ہے، قاطعِ چین و سکون
بدعمل، بدنفس انساں پر نشانہ ایڈز ہے

(ھ) سزاوار عزت ہے دارالقضائت ہماری ضرورت ہے دارالقضائت
حدیث اور قرآن کی اتباع میں نفاذ شریعت ہے دارالقضائت

(و) بغاوت، عدالت، کچلنا ہے لازم مگر اس حقیقت کو پہچان ٹاڈا
نمازوں کا پڑھنا بغاوت نہیں ہے کیا ان کو تونے پریشان ٹاڈا
یہ بہتر ہے معدوم ہوجائے خود تو ذرا دیکھ اپنا گریباں ٹاڈا

٭

گلدستۂ سخن کی پہلی جلد جنوری ۱۹۹۳ء میں طبع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔ اب گلدستۂ سخن کی دوسری جلد ہدیۂ قارئین ہے یقین ہے کہ یہ دوسری جلد بھی اپنی گوناگوں افادیت اور خصوصیات کی بنا پر ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور جناب ثاقب صابری کے زورِ قلم کا لوہا منوائیگی ۔

بہ قلم

محمد قمرالدین صابری یم اے، یم فل
ال ال بی۔ ریسرچ اسکالر
صدر مکتبہ شاداب،
مدیر ماہنامہ شاداب، حیدرآباد

تاثراتِ اکابرین و دانشوران

تاثرات محترم جناب ڈاکٹر محمد انور الدین صاحب
صدر شعبۂ اردو یونیورسٹی۔ حیدرآباد۔
بہ گلدستۂ سخن حصہ دوم

"مہک"



جناب محمد امان علی ثاقب صابری۔ حیدرآباد کے ایک کہنہ مشق، خوش فکر اور نادرالبیان سخنور ہیں۔ مبداءِ فیض سے انہوں نے طبیعت کی موزونی پائی ہے بچپن ہی سے شعر و سخن کا ذوق تھا۔ حیدرآباد کی ادبی فضاؤں میں ان کے ذوق کی تہذیب و نشوونما ہوئی ثاقب صاحب کو حضرت مولانا ہاشمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید شاہ اسد اللہ صفوی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب حامد صبغت اللہ صاحب رہ سے شرف تلمذ حاصل ہے اساتذہ کی خاص توجہ اور تربیت نے ان کے آئینۂ فن کو جلا بخشی۔ ثاقب صاحب کا ملکۂ شاعری خداداد ہے۔ لیکن انہوں نے اساتذہ کی صحبتوں اور اپنے مطالعہ سے فنِ شاعری کی اصطلاحات، اور اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کی اور علم قافیہ و عروض میں مہارت پیدا کی، ان کا کلام فن اور شعور کی پختگی اعتماد اور خلوص سے مملو ہوتا ہے۔

ثاقب صاحب فطرتاً نہایت کم آمیز اور منکسر المزاج واقع ہوئے، اپنی شخصیت اور فن کی نمود و نمائش کا شوق اور شہرت کی ہوس ان کو چھو کر بھی نہیں گذری ورنہ ان کے جیسا برجستہ گو، زود نویس اور تیز فکر شاعر اسطرح پردۂ گمنامی میں نہ رہتا۔ اس میں زمانے کی ناقدری سے زیادہ خود ثاقب صاحب کی اپنی افتادِ طبع کا بھی بڑا دخل ہے کہ وہ شہرت اور ناموری کے پیچھے نہیں دوڑتے۔ تاحال ان کے آٹھ مجموعے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکے ہیں۔

پیشِ نظر مجموعہ "گلدستۂ سخن" ان کی سماجی ادبی، موضوعاتی نظموں کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ ثاقب صاحب کے تفکر کا کینوس نہایت وسیع اور موضوعات نہایت متنوع ہیں۔ انہوں نے ہر سماجی مسئلے اور تہذیبی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے ذہن میں

پہلا تاثر یہ ابھرتا ہے کہ ان کی ہر نظم ایک ہی نشست کی تخلیق ہے اور فی البدیہہ لکھی گئی ہے۔ برجستہ نگاری کے تمام اوصاف ان کی ہر نظم سے بدا ہتاً آشکار ہیں۔

ثاقب صاحب اردو شاعری کی کلاسیکی روایت کے ترجمان ہیں اسکے ساتھ ساتھ وہ دکن کی قدیم تہذیب کے والہ و شیدا بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں قدیم تہذیبی اقدار اور کلاسیکی ادبی روایات کا حسین سنگم نظر آتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ثاقب صاحب اردو کی تخلیقی روایت کے صالح عناصر جذب ضرور کئے ہیں لیکن ان کے موضوعات فرسودہ اور پامال نہیں ہیں۔ انھوں نے ایک صاحب فکر اور صاحب بصیرت انسان کی طرح کھلی آنکھوں سے سماج کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے ہاں عصری زندگی کے مسائل اور تجربات کا گہرا شعور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی نظموں کو لالہ و گل کی روایتی حکایتوں کی بجائے دورِ حاضر کے انسان کی زندگی کے عملی مسائل اور حقیقی موضوعات سے وابستہ کیا ہے جس سے ان کی سنجیدگیٔ فکر اور توازنِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی اس قسم کی سماجی موضوعاتی نظموں میں جہیز اور ہم " ایک شادی اپنوں کی" جوڑا جہیز چھوڑ دو" شاعر اور ناڈا اور ہماری سڑکیں" قابل مطالعہ ہیں ثاقب صابری نے خود ادب کی بھی بعض اصناف کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ جیسے اردو مثنوی، اردو ناول وغیرہ۔ ان موضوعات کی ندرت اور انفرادیت چونکانے والی ہے۔

یہاں موقع نہیں ہے کہ ثاقب صاحب کے کلام کے نمونوں سے ان کی شاعری کے محاسن اور لطائف کی صراحت کی جائے۔ شاعر کا کلام خود اسکے فن اور شعور کا آئینہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ثاقب صاحب کے پیش نظر شعری مجموعے "گلدستۂ سخن" کو جو فن شاعری کی مختلف الالوان گلوں سے مہک رہا ہے۔ شائقین ادب اور ارباب ذوق گلدستے کی طرح ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

بقلم و دستخط

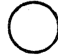
ڈاکٹر محمد انور الدین صدر شعبۂ اردو

مرکزی یونیورسٹی گچی باؤلی حیدرآباد

۱۶ / اکٹوبر ۹۷ء

تاثراتِ عالیجناب پروفیسر ڈاکٹر امیر عارفی صاحب
صدر شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی - دہلی

گلدستۂ سخن "حصہ دوم"



جناب ثاقب صابری خوش فکر و خوش عقیدہ شاعر ہیں۔ تقریباً نصف صدی سے شعر کہتے ہیں ان کے اشعار سے ان کی کہنہ مشقی ظاہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اظہار خیال کے لیے الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے بیان کی روانی اور سلاست و صفائی صاف بتاتی ہے کہ اپنی بات کہنے پر انہیں عبور حاصل ہے۔

میں نے ان کی بہت سی شخصی تعارفی نظمیں پڑھی ہیں جن میں انہوں نے زیر بحث شخصیت کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ یہ جب بھی کوئی تعارفی نظم لکھنا چاہتے ہیں عموماً زیر نظر شخصیت کے نام کو ردیف بنالیتے ہیں اور نہایت واضح قلمی تصویر دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں اور ایسا کلام یہ اکثر قلم برداشتہ لکھتے ہیں۔ یوں بھی ہوا ہے کہ انہوں نے کسی شخصیت کو پہلی دفعہ دیکھا یا اخبارات میں بائیوڈاٹا پڑھا یا اس شخصیت کی تقریر سنی۔ ہال میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے تعارفی نظم لکھ دی اس نظم میں شخصیت اپنے پورے نکھار کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے اس سے شاعر کے تاثر کی قوت اور اسکے اظہار پر کمال کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

جناب ثاقب صابری نے ہر صنف سخن پر طبع آزمائی کی ہے لیکن انہیں نظم نگاری میں مہارت تامہ حاصل ہے۔ اور مختلف و متعدد موضوعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۹۳ء میں موضوعاتی نظموں کا انتخاب گلدستۂ سخن کے نام سے شائع کیا جس میں ۳۱ نظمیں شامل ہیں۔ اسکے بعد بھی ایسی نظموں کا سلسلہ جاری رہا اور اب ایک اور انتخاب گلدستۂ سخن حصہ دوم اشاعت کے مراحل طے کر رہا ہے۔

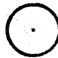
مجھے اس مجموعہ کے سرسری مطالعہ سے یہ اندازہ ہوا کہ ان ۴۳ نظموں کے موضوعات اور

مضامین ایک ایسا آئینہ ہے جس میں شاعر کی شخصیت حسنِ فن کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے اور شعری محاسن بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

شاعرِ ممدوح نے انہی مسائل اور موضوعات پر فکرِ سخن کی ہے جو ملک و ملت کو آج درپیش ہیں۔ شاعر نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھ کر اس پر اپنے تاثرات بلا کم و کاست بیان کر دیتے ہیں۔ چونکہ بات دل سے نکلی ہے اسلئے پر اثر ہے اور جب آس پاس کے ہمارے مسائل کو چھیڑا گیا ہے تو یقین ہے کہ ان نظموں کو پڑھا جائے گا۔ اور ان کی روشنی میں تعمیرِ ملک و قوم کے لیے صحیح سمت میں قدم بڑھائے جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ ان نظموں کو اسی طرح قبولیتِ عام کی سند حاصل ہوگی جیسے "گلدستۂ سخن" کی پہلی جلد اور دوسری تصنیفات کو حاصل ہوئی ہے۔ فقط

دستخط

جناب ڈاکٹر امیر عارفی پروفیسر و صدر شعبۂ اردو
دہلی یونیورسٹی دہلی
۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۷ء حیدرآباد





از: محترم پروفیسر محمد عبدالرزاق فاروقی
سابق صدر شعبۂ اردو گلبرگہ یونیورسٹی

پیش لفظ

"اللہ مغفرت فرمائے۔ خواجۂ اردو پروفیسر خواجہ احمد فاروقی یہ فرمایا کرتے تھے کہ اردو تحقیق سے وابستہ اصحاب روزانہ اخبار نہیں پڑھتے بلکہ سو سوا سو برس پرانے اخبارات کو بڑی عرق ریزی سے پڑھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ماضی میں گم ہو جانے کی یہ عادت کچھ اس انداز سے سرایت کر جاتی ہے کہ جب کبھی وہ کوئی نظم یا غزل یا ادب کے کسی شہ پارے کو پڑھتے ہیں تو اس سے لطف لینے کی بجائے اوراق ماضی میں کھو جاتے ہیں۔ جب میں پہلی مرتبہ محمد امان علی ثاقب صابری کو سنا تو میرا ذہن حضرت حکیم ویسراے راتے ماتھر وہمی کی منظوم رامائن سے ہوتا ہوا استاذی ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور تک پہونچ گیا۔ حکیم ویسرائے وہمی نے بہ پابندی قافیہ "ن" چھ ہزار سے زاید اشعار پر مشتمل رامائن کا منظوم ترجمہ کیا تھا۔ میں نے اس وقت شعری کارنامے کا پیش لفظ لکھا تھا اور استاذی ڈاکٹر زور سے اس کا مقدمہ لکھوایا تھا۔ منظوم رامائن کو پڑھ کر زور صاحب نے لکھا تھا۔

"شعرا مشاعروں میں شرکت کر کے پھلجھڑیاں چھوڑتے ہیں۔ کوئی طویل نظم لکھنا ان کے بس کی بات نہیں۔"

میں نے اسلامی ادب پر ایک مقالہ سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد کے اساتذہ اور ان کے تلامذہ کی ایک محفل میں تنقید کیلئے پیش کیا تھا۔ ثاقب صابری پچھلی صف میں خاموش بیٹھے رہے۔ جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو ثاقب صابری نے ایک منظوم تبصرہ سنا دیا۔ اس میں میری کچھ تعریف و توصیف بھی تھی۔ میں بجائے مسرور ہونے کے کچھ دیر کیلئے ڈاکٹر زور کے انکار میں کھو گیا۔

ثاقب کے برجستہ طویل نظم تخلیق کر کے اپنی پرگوئی کا ثبوت دیا تھا۔ برجستگی کے ساتھ

بے ساختگی نے نظم میں معنویت پیدا کر دی تھی۔ بقول استادی ڈاکٹر نذور ثاقب کی شعری تخلیق پھلجھڑی نہیں تھی ان کے برسوں کے ریاض کا نتیجہ تھی۔

ڈاکٹر محمد انور الدین صاحب صدر شعبۂ اردو نے بتایا کہ ثاقب محکمہ تعلیمات کے ایک وظیفہ یاب استاد ہیں لیکن ان کا ذوق ادب جوان ہے۔ انہوں نے ایم فل میں داخلہ لیا ہے۔ اور بڑی پابندی سے شعبہ کی تمام علمی و ادبی محفلوں میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے ہیں۔ مہمانوں کا منظوم استقبال کرنے کی روایت کو ثاقب نے جنم دیا ہے مہمانوں کے ناموں کو ثاقب اپنی نظموں کا ردیف و قافیہ بنا لیتے ہیں نہایت روانی کے ساتھ اور سبک لہجہ میں نہ صرف مہمان کا استقبال کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر اشعار میں ان کے ادبی یا علمی محاسن کا ذکر کر کے اپنے منظوم نذرانۂ عقیدت کو وقیع بنا دیتے ہیں ایسے اشعار سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور خود ان کی پاک طینت اور خلوص کی خوشبو مہکتی ہے۔ اخلاص اور شائستگی کی خوشبو نہ صرف ان کے کلام میں مہکتی ہے وہ روزمرہ کی اپنی عملی زندگی میں بھی ان اوصاف سے متصف نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی بیاضوں کے ساتھ صبح صبح تشریف لائے اور مجھ سے یہ فرمائش کی کہ میں ان کے کلام کا تفصیلی جائزہ لوں میرے لیے یہ ایک خوشگوار فریضہ تھا۔

ثاقب صابری کا کلام کئی بیاضوں میں بند پڑا ہے۔ موضوعات کا تنوع دیکھ کر ثاقب صابری کی شخصیت کا عرفان حاصل کرنے میں مدد ملی۔ عصری آگہی فن کار کو زندہ رکھتی ہے۔ عصری آگہی سے فن کار کے سماجی، سیاسی، اور مذہبی شعور کو سہارا ملتا ہے۔ ثاقب کی مختلف موضوعات پر طویل نظموں کو ہم محض قافیہ پیمائی نہیں کہہ سکتے۔ یہ تمام نظمیں شاعر کی بے چین روح کی ترجمانی کرتی ہیں۔

ثاقب نے شخصیات سے متاثر ہو کر کئی نظمیں لکھی ہیں یہ دراصل ان کے سماجی رکھ رکھاؤ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ایسی نظموں کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر جو طویل نظمیں لکھی ہیں۔ وہ ان کی قادر الکلامی کے ساتھ ساتھ ان کے تمدنی شعور کی بھی نشاندھی کرتی ہیں۔ ایسی نظموں کی فہرست کافی طویل ہے تاہم میں چند نظموں کے عنوانات کو یہاں پیش کرتا ہوں جس کے مطالعہ سے شاعر کے سوچنے کے سانچوں کی وسعت اور موضوعات کا تنوع شاعر کی عصریت اور بیدار ذہن کی ترجمانی

کرتے ہیں۔

(۱) علم کی فضیلت اور تعلیم نسواں کی اہمیت (۲) ہماری اُردو اور اس کا موقف (۳) فن عروض کی اہمیت (۴) جہیز اور ہم (۵) ایک شادی اپنوں کی (۶) ہم اور ہمارا پانی (۹) ہماری سڑکیں (۱۰) مقام اقبال۔

ثاقب کے کلام اور خاص کر ان کی شخصیت کا ایک اہم وصف جمیل ان کی تصوف سے گہری دلچسپی ہے۔ اور انھوں نے سرکار دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں کئی خوبصورت نعتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اور اولیائے کرام کی شان میں ان کی منقبتیں اثر انگیزی کا لازوال سرچشمہ ہیں۔

انھوں نے اکثر بزرگوں اور لائق احترام شخصیتوں کے لیے دعاؤں کا تحفہ پیش کیا ہے۔ اب میں ان کے لیئے دعا کرتا ہوں کہ

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ فقط

بہ قلم خود

پروفیسر محمد عبدالرزاق فاروقی

سابق صدر شعبۂ اردو گلبرگہ یونیورسٹی۔

۲۴؍اکتوبر ۱۹۹۷ء

مغلپورہ حیدرآباد اے پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ



محسوساتِ طالبِ علم

میں انساں ہوں مجھے تو انس بس انسانیت سے ہے
کچھ ایسے بھی ہیں جن کو، اپنے ہم جنسوں سے نفرت ہے

نہ ہو کچھ فرقِ مذہب فکر میں یہہ آدمیت ہے
تمام ابنائے آدم میں یہی اک وصفِ وحدت ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

مرے پہلو میں جو دل ہے وہ اک الفت کی بستی ہے
یہہ بستی وہ ہے جس میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے

یہی گنجینۂ عشرت، متاعِ کیف و مستی ہے
اسی کے نور سے روشن چراغِ بزمِ ہستی ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

پڑھاؤں گا عمل سے درس الفت اور شرافت کا
مٹا دوں گا جہاں سے فرق امیری اور غربت کا

بساؤں گا وہ دنیا راج ہو جس میں محبت کا
جہاں پر بول بالا ہو صداقت کا عدالت کا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

میں سائنس اور حکمت کے چراغوں کو جلاؤں گا
میں انسانوں کے اندر بزم الفت کو سجاؤں گا

پڑا ہے بیچ میں نفرت کا جو پردا اٹھاؤں گا
زمیں کو عافیت کا ایک گہوارہ بناؤں گا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

زمیں پر ہوں مگر میری کمندیں ہیں ستاروں پر
رسائی ہے خلاؤں میں مرا بس ہے فضاؤں پر

حیاتِ حسن عالم ہے ابھی میرے سیاروں پر
نظام بزم ہستی ہے فقط میرے اشاروں پر
میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

کوئی مذہب ہو حق کا راستہ ہمکو دکھاتا ہے
وہ جو حیوانِ ناطق ہیں انہیں انساں بناتا ہے

دلِ انسان سے بغض اور کینے کو مٹاتا ہے
رہیں گر ایک ہوکر اوج کا مژدہ سناتا ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

ہمیں فرقہ پرستی سے سدا دامن بچانا ہے
کوئی نفرت کی دیواریں اُٹھائے تو گرانا ہے

سماجی گلستاں کو اک نئے ڈھب سے سجانا ہے
محبت اور الفت کے ہمیں نغمے سنانا ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

میں بھونرا ہی نہیں ہوں بس ادب کے لالہ زاروں کا
مجھے معلوم ہے، سب حال دریاؤں کی دھاروں کا

حقیقت آشنا ہے اب مرا ذہن رسا ثاقبؔ
زمیں کا آسماں کا چاند کا سورج کا تاروں کا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے



ترانہ طالبان علم

ہم قوم کا ارماں ہیں عظمت کے تمنائی
منزل ہے مسیحائی مقصود ہے تابانی

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

یہہ علم خزینہ ہے یہہ علم سفینہ ہے
اس علم کی خاطر ہی مرنا بھی ہے جینا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

یہہ علم ہی دولت ہے یہہ علم ہی نعمت ہے
انسان کی راحت کو سائنس ہے حکمت ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

اسلام کے رہبر کا فرمان یہہ کہتا ہے
تم علم طلب کرنا گر چین میں ملتا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم بخت پہ نازاں ہیں کالج میں جو پڑھتے ہیں
تقدیر سنورتی ہے ارمان نکھرتے ہیں
ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

اوروں کے مقابل میں پیچھے نہ رہیں گے ہم
تعلیم کے میداں میں ہر سمت بڑھیں گے ہم

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہر شعبۂ ہستی میں ہم رنگ جمائیں گے
ہر راہ عمل کو ہم پر نور بنائیں گے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

غافل نہیں رہنا ہے سبقت کا زمانہ ہے
محنت سے ریاضت سے قسمت کو بنانا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم علم کی دنیا میں بن جائیں پروفیسر
آئی اے ایس و آئی پی ایس، انجینئر و ڈاکٹر

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

تعلیم کے زیور سے اخلاق سنواریں گے
امن اور بھلائی سے دنیا کو سجائیں گے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم اپنی حکومت کے احسان پہ نازاں ہیں
اس نے جو کئے ہر جا تعلیم کے ساماں ہیں

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ثاقب نے ترقی کی وہ راہ دکھائی ہے
تعلیم نے سینے میں اپنے جو چھپائی ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی



ترانۂ معلّم

معلم ہوں کہ تعلیم اور تربیت سے ہے نسبت
ہے زیور علم کا انسان کے حق میں بڑی دولت
مجھے ہے نونہالوں کے مقدر سے بہت اُلفت
سنور جائیں مقدر تو بنیں گے صاحبِ عظمت

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت

بنایا ہے ادب نے اپنے گلشن کا مجھے بھنورا
مگر سائنس و حکمت نے بنایا ہے مجھے تارا
میں بھنورا اور تارا بن کے اب واقف ہوں ان سب کا
زمیں کا آسماں کا چاند کا سورج کا تاروں کا

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت

عمل سے میں سجاؤں گا زمیں پر باغ جنت کا
معلم کا عمل ضامن ہے عظمت اور راحت کا
سنور جائیں اگر اس علم سے اخلاق، نعمت ہے
بنے انسان اشرف ہے یہی منشا بھی قدرت کا

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت

بنایا ہے خدا نے اپنا نائب ابنِ آدمؑ کو
کیا زیرِ نگیں انساں کے، اس سارے عالم کو
بنایا پہرہ دار اس نے خوشی کا، درد اور غم کو
بنایا کامرانی کا وسیلہ سعیٔ پیہم کو
معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے الفت

مجھے فرقہ پرستی اور دہشت کو مٹانا ہے
مجھے رشکِ جناں اپنے وطن کو پھر بنانا ہے
جو نیچے کی سطح پر ہیں انہیں اوپر اٹھانا ہے
یہی پیغام اب ثاقبؔ زمانے کو سنانا ہے
معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے الفت





علم کی اہمیت

علم انسانیت کی ضرورت بھی ہے
یہہ نشاط و مسرت کی ثروت بھی ہے

علم ہی ترجمانِ مشیت بھی ہے
اسکی تحصیل بے شک عبادت بھی ہے

علم ہی زندگی کا اثاثہ ہے وہ
جس میں قوت، حرارت، کرامت بھی ہے

رزم اور بزم کی روشنی، آبرو
گود میں اسکے سائنس و حکمت بھی ہے

یہہ شرافت، شجاعت، عدالت کی جان
اسکے دامن میں پلتی سیاست بھی ہے

اسکے بیٹے ہیں سب شاعر و فلسفی
بیٹیوں میں تو سائنس و حکمت بھی ہے

علم کا شہر ہیں سرورِ دو جہاںؐ
باب اس شہر کا مولا حضرتؓ بھی ہے

اپنے حامل کو کرتا ہے یہہ سرخرو
اس میں توقیر و عظمت شرافت بھی ہے

اسکی تاثیر مشکل کشائی کا فن
اسکی تنویر حسنِ فراست بھی ہے

اس کا خادم ہے نعماں اور بو علی
اس کی داسی فصاحت بلاغت بھی ہے

دور، دور اس سے رہتی ہیں سب تلخیاں
اس میں شیرینی ہے اور حلاوت بھی ہے

اس سے آدم کو عظمت ملک پر ملی
اس میں تعمیر بھی ہے کرامت بھی ہے

دولت علم جس ملک کو مل گئی
اسکو دنیا کی حاصل قیادت بھی ہے

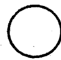
مُعترف اسکی تاریخ عالم بھی ہے
اسکی محتاج ہر ایک ملت بھی ہے

خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے یہہ
علم کا ولولہ ایک رحمت بھی ہے

حیدرآباد کو جگمگاتا ہے یہہ
ساری دنیا میں اب اسکی شہرت بھی ہے

علم صحت و تنظیم اور اتحاد
انہی اربعہ عناصر میں عزت بھی ہے

اپنا پیغام ثاقبؔ سناتا ہے یہہ
اب زمانہ کو جسکی ضرورت بھی ہے



علم کی فضیلت اور تعلیم نسواں کی اہمیت

زندگی ہے ایک گاڑی جس کے پہیے مرد و زن
ان میں ہر اک کے لئے لازم ہے علم و فکر و فن

ذمہ داری مرد سے عورت کی کم کیوں جانئے
دونوں کے اپنے تقاضے ہیں یقیناً سوچئے

گھر کے باہر گھر کے اندر دو اہم شعبے ہیں یہ
ایک ہی منزل پہ جاکر راستے ملتے ہیں یہ

عقل و دانش فہم و ادراک دونوں پر لازم ہیں یہ
زندگی کے سب مسائل کیلئے ناظم ہیں یہ

روشنی عقل و دانش کے لئے لازم ہے علم
نعمتوں اور برکتوں کا بس وہی قاسم ہے علم

علم رحمت علم برکت، علم نعمت، علم آن
زندگی ہے ایک قالب علم ہی ہے اسکی جان

علم راحت کا وسیلہ، علم عظمت کا وقار
روح کی وہ روشنی ہے علم دل کا ہے قرار

علم کی دولت ہی گویا کیف آور ہے سُرور
زندگی کی راہ کی تاریکیوں میں ہے وہ نُور

علم اک دولت ہے اپنی اور وہ بھی لازوال
علم کے آگے سوالی بنتا ہے حُسن و جمال

علم سے آسائش انسان کی تخلیق ہے
علم ہی میں دشمنوں پر فتح کی توفیق ہے

علم ہی کی گود میں پلتی ہے سائنس اور حیات
علم ہی سے قوم کے قدموں کو ملتا ہے ثبات

اُطلُبُوا العِلم کہا پیغمبر ... اسلام نے
گرچہ حاصل ہو سکے گا وہ ... دیارِ چین سے

علم کی تحصیل عورت ... مرد دونوں پر ہے فرض
دُور ہو جاتا ہے جس ... سے جہل و نادانی کا مرض

جس طرح ... سے مرد پر لازم وہ عورت پر بھی ہے
انفرادیت پہ لازم اور جماعت پر بھی ہے

علم ہی سے راحتوں کی پھوٹتی ہے روشنی
شادکام ہوتی ہے اسکے فیض ہی سے زندگی

چاندنی تعلیم نسواں، زندگی کی گلستاں
دیکھ کر اسکو زمیں پر، مسکرائے کہکشاں

ہو اگر آغوشِ مادر علم سے آراستہ
ان کی سب اولاد ہوگی عظمتوں کا آئینہ

ذہن نسواں، فکرِ نسواں میں لطافت کا ہے نور،
بے شبہ ہوتا ہے روشن اس سے انسانی شعور،

نسانی کی راحت، فکرِ نسوانی میں ہے
نورِ ، فکرِ نسواں، علم سامانی میں ہے
روشنی،

، علم نسواں کی حیات
علم شادابیِ انسان کیتوں کی ہے نشات
علم ہی سے نعمتوں اور ب

ہے بزمِ حیات
علم نسواں سے ہی روشن ہوتی ہے
صفات
علم نسواں سے نکھر جاتی ہیں سب

علم نسواں شادمانی، شادکامیٔ حیات
علم نسواں کھولتا ہے عقدہ ہائے کائنات

علم نسواں سے ترقی پاتی ہے سائنس بھی
علم نسواں سے ہی ہوتی ہے منوّر زندگی

علم کا میدان دونوں کیلئے ہے ایک ساں
علم کا میدان دونوں کیلئے ہے گلستاں

علم ہی سے یہہ زمیں ہوتی ہے رشک آسماں
علم کی تسخیر میں ہیں چاند تارے کہکشاں

علم کی تحصیل دونوں کیلئے ہے لازمی
علم ہے دونوں کا زیور ایک جیسا واقعی

مرد و عورت کی حقیقت جانئے تو ہے یہی
اک حرارت زندگی کی اور اک ہے روشنی

زندگی کے سارے شعبوں پر ہے دونوں کا اثر
ان کی کوشش ہی سے نخلِ زندگی ہے باثمر

ہو سیاست یا معیشت، یا حفاظت قوم کی
خدمتِ نسواں کی ممنون ہے یہ زندگی

عظمتِ نسواں کے تاریخ میں روشن ہیں نام
علم و دانش نے نمایاں کر دیا ان کا مقام

آسیہ بی بیؑ، زلیخاؑ، اور بلقیسؑ، ہاجرہؑ
وہ خدیجہؓ، عائشہؓ، خاتون جنت فاطمہؓ

دیکھئے تاریخ میں بی بی حنیفہؒ کا بھی نام
چاند بی بی کو بھی دیکھو، رانی، جھانسی کا کام

اندرا، بندرا، سروجنی، بے نظیر و خالدہ
الزبتھ، تھیاچر، تھریسا، کو ہے عظمت بے شبہ

سیدہ، اشرف رفیع، مہر النساء، کو سمجھئے
ہاں یہ احمد بی، کمود بین اور دینیا دیکھئے

فکر سے تیری بنی یہ نظم اک روشن چراغ
شاد ہوں ثاقب کہ اس سے ہو گیا دل باغ باغ

ہماری اردو اور اس کا موقف



عجب رشکِ حسنِ گلستاں ہے اردو
اثاثائے ہندو مسلماں ہے اردو

سبھی نے اسے خونِ دل سے ہے سینچا
یہ سب کی ہے اور اس پہ نازاں ہے اردو

دلوں کو ملانے کی زنجیر ہے یہ
کہ تعمیر قومی کا ساماں ہے اردو

نقیبِ رہِ زندگی اسکو کہئے
ہر اک ہندواسی کا ارماں ہے اردو

یہ امن اور انصاف کی روشنی ہے
بیاضِ محبت کا عنوان ہے اردو

معانی کے موتی برستے ہیں اس سے
دلِ شاعری میں بھی خنداں ہے اردو

سرور و مسرت ہے وابستہ اس سے
درونِ دل و جاں غزلخواں ہے اردو

گل و بوٹے کچھ اس کے نوٹے گئے ہیں
مگر پھر بھی رشکِ بہاراں ہے اُردو

یہی کامرانی کا ہے اک وسیلہ
ہر اک بزم شمعِ فروزاں ہے اُردو

وہ فلموں کی دنیا ہو یا رزم اور بزم
ہر اک جا نمایاں نمایاں ہے اُردو

وہ بنتی ہے خود ترجمانی کا ساماں
مخالف، پہ اپنے مہرباں ہے اُردو

حکومت کی پر سرد مہری ہے اس سے
یہی بات ہے جو پریشاں ہے اُردو

مدارس سے اکثر نکالی گئی ہے
شب و روز یوں خود پہ گریاں ہے اُردو

اکاڈمی بھی اسکی نہیں فیض پرور
اسی واسطے وقفِ حرماں ہے اُردو

نہیں ہے جواب روٹی روزی سے رشتہ
اسی حال میں تو پریشاں ہے اُردو

حکومت یہ موجودہ ہے گو کہ ہمدم
مگر حیف محرومِ ارماں ہے اُردو

امیدوں میں اب اسکی ہے چیف منسٹر
کہ اب طالبِ حسنِ ساماں ہے اردو

یہاں جامعہ اسکی ہے بننے والی
امیدوار بزمِ چراغاں ہے اردو

کسی حال میں بھی چمکتی رہے گی
یہ اک شمعِ عزمِ محبّاں ہے اردو

کہے دور اسکو تو بگڑی ہے تہذیب
ہماری خرابی کا درماں ہے اردو

اسے تو نے اعزاز سے اب نوازا
یہ گجرال جو تیرا پرساں ہے اردو

یہ تخلیقِ شعری پہ اترا رہا ہے
تو ثاقب کے دل میں فروزاں ہے اردو



اُردو مثنوی

نظم کا اک چمن ہے ہرا مثنوی
جس میں دل کی خوشی ہے بپا مثنوی

یہہ تخیل تصور کی پہنائی ہے
شاعری کی حسیں تر ادا مثنوی

دونوں مصرعے مُقفّٰی ہوں اور با وزن
اپنے مفہوم کی اک ردا مثنوی

التزام ردیف ایک ہوتا نہیں
ہو جدا جس کا ہر قافیہ مثنوی

سات بحروں میں ہے اسکی جلوہ گری
شاعری کا سہل مشغلہ مثنوی

اپنی تفریح طبع کی منزل تلک
کم سے کم، کم سے کم، فاصلہ مثنوی

اصفیا، اتقیا، اولیا کی نقیب
نعتِ سرکارؐ وحمد خدا مثنوی

اپنے اوصاف کا اپنے کردار کا
حسن اور عشق کا آئینہ مثنوی

جس سے اٹھتا ہے فریاد کا اک دھواں
منزلِ عشق کا غلغلہ مثنوی

اس کا ہر لفظ ہے شمع فکر و خیال
حسن کی بزم کا راستہ مثنوی

جس سے بجھتی ہے ہجر اور فرقت کی آگ
دل کی فریاد کا آسرا مثنوی

سارے اوصافِ شعری کو رشک آتا ہے
بات کہتی ہے یوں برملا مثنوی

ساحل آرزو اسکے دامن میں ہے
کشتیِ شعر کی ناخدا مثنوی

اس میں ہے اک سرورِ نگاہِ خرد
کیوں نہ ہو نازشِ میکدہ مثنوی

صدیوں اپنا یہ ڈنکا بجاتی رہی
در شمال و دکن جا بجا مثنوی

انبساط و تحیر ہے جس کا متن
شعر کا نغمۂ دلربا مثنوی

جس سے احساس قلبی کو ملتا ہے کیف
گویا ہے ایک نافہ کھلا مثنوی

فارسی جس سے اترا تی ہے آج تک
بن کے رومی کا اک فلسفہ مثنوی

اردو والوں نے بھی اس کا دامن بھرا
بن کے پھرتی ہے شعلہ نوا مثنوی

اس سے قلب و جگر کے لئے کیف ہے
باغ جنت کی گویا ہوا مثنوی

تجھ پہ ثاقب مہرباں یوں ہو گئی
تیری فکروں کا ہے مدعا مثنوی

اردو ناول اور اس کا موقف

اسے کہیئے تنویر افسانہ ناول
ہے کردار انساں کا آئینہ ناول

تمدن کی پیچیدہ راہوں کا رہبر
سماجی تقاضوں کا پیمانہ ناول

جہاں فکر و فن کا نکھرتا ہے چہرہ
سرورِ تخیل کا میخانہ ناول

نگہدار پیمانۂ عشق و الفت
ہے اظہار احوال دیوانہ ناول

مناظر کا پس منظر، حسنِ بیاں بھی
ہے تاثیرِ احساسِ فرزانہ ناول

جبلت و فطرت کے گلشن کا گلچیں
ہے تعمیرِ احساسِ مردانہ ناول

ہے گلدستہ رنج و غم اور مسرت
ہے اظہار جذباتِ مستانہ ناول

عجب سیر و تفریح کا ہے یہ ساماں
بجا ہے کہیں گر پری خانہ ناول

مُنزّہ، مرصع ہوئی داستاں جب
بنی ایک شکل جداگانہ ناول

نذیر احمد، سرشار، شرر اور رسوا
بنی ان سے وہ حسنِ جانانہ ناول

کرشن چندر، و قرۃ العین و عصمت
پریم چند و راشد کا کاشانہ ناول

ذرا دیکھیں گئودان و چوگانِ ہستی
کہ ہے حسنِ تخلیق فرزانہ ناول

لئے داستاں اور ڈرامے کے ساماں
بنی زندگانی کا خمخانہ ناول

تمدن و تہذیب کی ترجمان ہے
ہے اک داروئے زخمِ عریانہ ناول

زباں دانی و ہوشمندی ہے لازم
نہیں بازیٔ فکرِ طفلانہ ناول

ہے اس میں دلِ نوجوانی کا ارماں
ہے سامانِ تفریحِ پیرانہ ناول

لبادہ کبھی رنج و ناکامیوں کا
نقیبِ تب و تابِ دردانہ ناول

سخاوت، شجاعت کا آئینہ ناول
ندائے دلِ بیقرارانہ ناول

یہ جذبات و احساس کی تربیت ہے
ہے آئینِ فکرِ شریفانہ ناول

تقابل بھی ہے اور تصادم بھی اس میں
جلائے شعورِ حریفانہ ناول

یہ سمپوزیم اپنا ہے شمع روشن
کہ پالے گی اک حسنِ فرزانہ ناول

سلیمان و اکبر و انور و رحمت
کئے واقفِ ذوقِ رندانہ ناول

فنِ عروض کی اہمیت

روح کی اک زبان ہے فن عروض
شاعری کا مکان ہے فن عروض

معترف ہے شعور و فکر و خرد
شعر ہے جسم، جان ہے فن عروض

ترجمانِ شعور مافی الضمیر
اس کا حسنِ بیان ہے فن عروض

فکرِ شعری کا راہبر ہے یہی
اسکی گویا عنان ہے فن عروض

بے لگامی جسے نہیں منظور
نگہدارِ لسان ہے فن عروض

سب گلوں کا حسین گلدستہ
نکہتِ گلستان ہے فن عروض

راہِ منزل کی روشنی کیلئے
ناظمِ کاروان ہے فنِ عروض

جس سے بنجر زمیں ہو زرخیز
ایسا مخلص کسان ہے فنِ عروض

جو نگہباں ہو اپنی کشتی کا
ایسا اک بادبان ہے فنِ عروض

جو گذر جائے اس سے ہو روشن
ایسی روشن کمان ہے فنِ عروض

جس سے ہر راہ دشت پر ہو نظر
ایک ایسی مچان ہے فنِ عروض

شاعری بے عروض ہے سنگلاخ
انجم آسان ہے فنِ عروض

روشنی اس سے ذہن پاتا ہے
نازشِ کہکشان ہے فنِ عروض

اسکے ارکان سب ہیں تابندہ
پرُضیا دود مان ہے فن عروض

صوت و آہنگ اور ستاروں کا
محسنِ بے گمان ہے فن عروض

جسکے دامن میں ہے نشاط و سرور
ایسا اک خانمان ہے فن عروض

اپنی اُردو غزل کے پیکر میں
کہیئے روح روان ہے فن عروض

جسکی تہہ میں ہے گوہر نایاب
وہ ہم بیکران ہے فن عروض

جو بھٹکنے کبھی نہیں دیتا
ایسا اک نگہبان ہے فن عروض

جس سے بینائی دور رس ہوگی
سُرمۂ ہوشتان ہے فن عروض

کیوں شمار ان کو کیجیے شاعر
جن پہ بارِ گراں ہے فن عروض

ہندی بھاشا بھی کرتی ہے اعلان
کہ کویتا کی جان ہے فن عروض

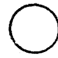
جتنے آئے ہیں شاعر و نقاد
ان کا اب میزبان ہے فن عروض

ہے یہ مشکورِ رحمت و انور
آج جو ضوفشاں ہے فن عروض

لب پہ مغنی کے اب تبسم ہے
ان کا بھی قدرداں ہے فن عروض

دیکھو ثاقب کا ہمزباں ہوا
نطق شیریں بیاں ہے فن عروض





یادِ تاسیس آندھرا پردیش

ہے نظر میں بہار کی رنگت
دل میں خوشیوں کی بجتی ہے نوبت
جس کا حصہ ہے رفعت و عظمت
یوں دکھائی ہے آندھرا کی صورت
یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش

ہے تصور میں اب حسین فضا
رہ روِ زندگی کی راہ نما!
اس نومبر کی پہلی کا ہو بھلا
اس سے خوشیوں کا دل میں دیپ جلا
یادِ تاسیس آندھرا پردیش

کیوں نہ اترائے اب دکن کی زمیں
رشکِ گنگ و جمن ہیں اسکے مکیں
ہاں دکھائی ہے ہمکو بن کے نگیں
ایک جہتی کا آج روئے حسیں
یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش

ٹمٹماتا چراغ شمع بنا
اک گلستاں پر بہار سجا
ہے کروڑوں کا ناز اس پہ بجا
یہہ دلاتی ہے یادِ فضلِ خدا
یاد تا سیس آندھرا پردیش

دیکھئے آندھرا کی ایک جھلک
ناز اس پر کرے نہ کیوں وہ فلک
رشکِ انجم بنی ہے اس کی چمک
دے گئی آکے اس کو رنگِ دھنک
یاد تا سیس آندھرا پردیش

اک ضرورت ہے باہمی اُلفت
دور ہو جائے کشمکش نفرت
ہو سیاسی قبا میں یک رنگت
ہم کو دیتی ہے نعرۂ وحدت
یاد تا سیس آندھرا پردیش

ہے سیاست کا چندرا اک تارا
چیف منسٹر کا دور ہے نیارا
ان کا طرز حکومت ہے پیارا
جگمگائے گا آندھرا سارا

ہند میں آندھرا ہے رشکِ سحر
ناز کرتے ہیں اس پہ شمس و قمر
اس پہ قرباں حسنِ لعل و گہر
اس کی دولت ہے علم و فن و ہنر
جشنِ تاسیسِ آندھرا پردیش

آج روشن ہے اس کا ہر اک گھر
آندھرا آج ہے خوشی کا نگر
ناز کرتی ہے شاعری کی نظر
شاد و مسرور ہے ہر ایک بشر
جشنِ تاسیس آندھرا پردیش

جشن شمع ہے دل ہے پروانہ
آج خوشیوں کا ہے یہ پیمانہ
آج رنگیں ہے دل کا کاشانہ
تجھکو ثاقب کا ہے یہ نذرانہ
جشنِ تاسیس آندھرا پردیش





ہم مل کر عید منائیں گے

یہ عید ہے ہر اک کا ارماں
یہ عید ہے ہر غم کا درماں
ہے عید محبت کا عنواں
ہے عید مسرت کا ساماں
ہم مل کر عید منائیں گے

یہ عید مسرت لاتی ہے
یہ عید ہر اک کو بھاتی ہے
ایثار کی راہ دکھاتی ہے
تاریخ کی شمع جلاتی ہے
ہم مل کر عید منائیں گے

جب عید کا موقع آتا ہے
خوشیوں سے دل بھر جاتا ہے
ارمان ہر اک مسکاتا ہے
سینے سے سینہ ملاتا ہے
ہم مل کر عید منائیں گے

صدیوں کی پرانی روایت ہے
آپس میں میل و محبت ہے
وہ جس کو اس سے عداوت ہے
اس ملک سے گویا بغاوت ہے
ہم مل کر عید منائیں گے

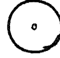
فطرت نے دیا درس اعظم
رہنا ہے ہمیں مل کر باہم
کیوں فرق کریں مذہب کا ہم
ہم سب ہیں اولادِ آدمؑ ؛
ہم مل کر عید منائیں گے

ہندو مسلم سکھ عیسائی
ان میں ہو حقیقی یکجائی
کرتی ہے تقاضا دانائی
رمضان ہو یا کہ دیوالی
ہم مل کر عید منائیں گے

پولیس عوام اور آفیسر
انساں ہیں سب اندر باہر
الفت ہے انسانی جوہر
نفرت کے نہیں ہم زیر اثر

ہم مل کر عید منائیں گے
دل سب کے ہیں خوشیوں سے بھرے
سب ملتے ہیں آپس میں گلے
گر بزم ہماری یونہی سجے
ہو جائیں گے دُور آپس کے گِلے
ہم مل کر عید منائیں گے





یادِ فلسطین

وہ اسلام کا گلستاں ہے فلسطین
کروڑوں دلوں کا مکاں ہے فلسطین

ہے توحید کی روشنی کا وہ مرکز
وہ ایماں کا پاسباں ہے فلسطین

وہ صدیوں رہا قبلۂ اہلِ ایماں
وہ عظمت میں اک "آسماں" ہے فلسطین

وہ معراج میں بیتِ مقدس جو آئے
تمام انبیا کا نشاں ہے فلسطین

امینِ الحسن کا وہ ملجا و ماوی
وہ توحید کا نغمہ خواں ہے فلسطین

وہاں عسکریت کا ہے رقصِ خونیں
وہ مظلوم کی اک فغاں ہے فلسطین

سکون و مسرت کا مرکز کبھی تھا
مگر غم کی اب داستاں ہے فلسطین

تھا تہذیب انسانیت کا علمدار
مگر ظلم کا اب نشاں ہے فلسطین

ہزاروں اجاڑے گئے اُسکے بیٹے
وہ دیکھو تو اشکِ رواں ہے فلسطین

شہادت کے اسکو پلائے ہیں کاسے
تو مغموم و ماتم کناں ہے فلسطین

شعور اور ادراک پر کوہ غمناک
دل و جاں کا درد نہاں ہے فلسطین

کبھی فخر سے اس کا سینہ تھا گلشن
وہ نوحہ گرِ تارکاں ہے فلسطین

ہر انساں کے دل میں ہے درد اس کا
عزیز جہاں بے گماں ہے فلسطین

تڑپتا ہے دل اسکی حالت کو دیکھے
کہ تشویش ہندوستاں ہے فلسطین

عوام اور حکومت کی تائید لے کر
مرے ہند کا قلب و جاں ہے فلسطین

وقار وطن کی یہہ کوشش ہے مشکور
یہہ تجھ پر بہت مہرباں ہے فلسطین

یقیناً تو اک روز آزاد ہوگا
کہ تنظیم کا حرز جاں ہے فلسطین

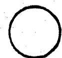
اگر زندگی کام آئے ہماری
ترے واسطے نذر جاں ہے فلسطین

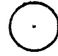
تباہی کے درپے ہیں صد حیف غاصب
تو ایمان کا سائباں ہے فلسطین

یہودی کی تخریب کاری کے باعث
وہ پھر آج غم کا دھواں ہے فلسطین

حفاظت کے قابل بنا ہم کو یارب
مسلمان کا امتحاں ہے فلسطین

بہت بے قرار آج ہے فکر تاباںؔ
کہ اب غم کی اک داستاں ہے فلسطین





جہیز اور ہم

ماں باپ جو بھی دیں وہی سنت جہیز ہے
اپنی طرف سے مانگنا لعنت جہیز ہے

عورت کا حسن اور شرافت جہیز ہے
سچ پوچھئے تو جوہر عصمت جہیز ہے

اپنی کمائی سے کرو پوری ہر آرزو
مردوں کے حق میں پستئ ہمت جہیز ہے

سامان زندگی سے ہے خالی وہ کون گھر
جائز کہاں سے غیر ضرورت جہیز ہے

لڑکی کے بزرگوں کی عنایت جہیز تھی
پر آج مانگنے کی یہ عادت جہیز ہے

بیٹھی ہے بن بیاہی کئی سال سے وہ بنت
اب قاتل امنگ و مسرت جہیز ہے

کیوں اسکو چھوڑتے نہیں باعزم نوجواں
حرص و ہوائے خواہش شہرت جہیز ہے

محدود در حدود قناعت جہیز ہے
اس سے سوا طلب ہی قباحت جہیز ہے

کتنی ہی نوجوانیاں گھُٹ گھُٹ کے رہ گئیں
ملت کے حق میں موجب ذلت جہیز ہے

ہیجان اک بپا ہے ہر اک سمت اس سے حیف
بربادیٔ فروغِ معیشت جہیز ہے

آسان کردو شادیاں ملت کے واسطے
چھوڑو جو یہ خلاف روایت جہیز ہے

قول حضورؐ انّی اُباھی بکم سنو
امت میں اب یہ مانع کثرت جہیز ہے

اس نوجواں کے جذبۂ ایثار کے نثار
کہتا ہے جو کہ قابل نفرت جہیز ہے

اوروں کے حال زار کا خود پر کرو قیاس
ناداریوں کے دل کی جراحت جہیز ہے

دلہا اگر حریص ہے دلہن پہ بوجھ ہے
بنتا جو اسکی روز ندامت جہیز ہے

اسلاف کی حیات کا کردار دیکھئے
اسکی روایتوں سے بغاوت جہیز ہے

اسوہ وہ بزرگوں کا ہوا ہم سے ترک کیوں
اب پھر اکتسائی دولت جہیز ہے

شادی سے پہلے مانگنا شادی کے بعد بھی
ساری خرابیوں کی یہ علت جہیز ہے

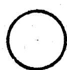
جلتی ہے اور مرتی ہے اک پھول سے دلہن
ہم میں بھی آج ایسی شقاوت جہیز ہے

اس آگ سے وہ کیسے بچیں گے کہو وہاں
بن جائےگا جو روز قیامت جہیز ہے

بیجا طلب ہے اسکی خدا کیلئے بچو
ورنہ ہمارے حق میں مصیبت جہیز ہے

اللہ اور رسولؐ کو پیارا وہی لگے
جو دل میں نوجواں کے نفرت جہیز ہے

ثاقبؔ تیرے خلوص نے حق کر دیا ادا
یہ فکر ترجمانِ حقیقت جہیز ہے



خاندانی فلاح و بہبود کے ترجمان اشعار

دنیا میں خاندان وہی معتبر رہے
اپنی فلاح کے لئے جو مختصر رہے

منصوبہ بندی اسکے لئے لازمی ہے اب
تاکہ حیات میں نہ کوئی دردِ سر رہے

نوخیز نسل کی ہے ترقی اسی کے ساتھ
دنیا کے ہر فروغ سے وہ باخبر رہے

آراستہ ہوں زیورِ علم اور فن سے ہم
گر چاہتے ہوں زیست یہ رشکِ قمر رہے

اولاد اور ماؤں کی بہبود اسی میں ہے
علم و ہنر کی روشنی زادِ سفر رہے

پروان چڑھ ہی جائے گی اولاد بالیقیں
ہر مرحلہ میں ماں ہی اگر راہبر رہے

لڑکوں سے آج لڑکیاں کم تر نہیں رہیں
دو پہیے ایک گاڑی کے پیش نظر رہے

عورت کی ذمہ داریاں مردوں سے بڑھ کے ہیں
یہ امر واقعہ ہے یہ مد نظر رہے

عورت و مرد دونوں کے اپنے تقاضے ہیں
دونوں کے رابطے میں نہ مد و جزر رہے

صحت ہے عورتوں کی مقدم یہ ہر قدم
مطلوب ہو اگر کہ توانا پسر رہے

اب بن گیا جہیز جو اموات کا سبب
انجام اس کا ہوگا یہی فی السقر رہے

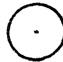
بہبودی ہے عوام و حکومت میں مشترک
دونوں کا ہے مفاد کہ وہ ہم سفر رہے

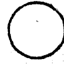
مذہب کا بھی تقاضا ہے انسانوں سے یہی
ہو جائیں ایک جیسے کہ شیر و شکر رہے

ہوں قومی ایک جہتی کے اوصاف کے نقیب
قومی یگانگت کا اثر سر بسر رہے

سیکولرزم قومی ضرورت ہے ہند کی
جمہوریت کا حسن ہی پیشِ نظر رہے

اشعار میں نے لکھے ہیں صدقِ دلی کے ساتھ
ثاقب امید ہے کہ اثر پُر اثر رہے





شادی ایک اپنوں کی

رات دیکھی ہے میں نے اک شادی
اپنے اقدار کی تھی بربادی

نوجواں محو رقص دیوانہ
سارا ماحول جیسے رندانہ

کیا خوشی کا یہی ہے پیمانہ
حدِ اسراف سے گزر جانا

ہم یہ اطوار کیسے دکھلائیں
غیر بھی دیکھ لیں تو شرمائیں

راستوں پر محیط ایسے تھے
جیسے بے ربط جانور چلتے

بینڈ باجہ تھا سامعہ کا خراش
جس سے احساس ہو رہا تھا نراش

بیسوں روشنی کے تھے گولے
گویا سڑکوں پہ کہکشاں بکھرے

کیا یہہ مصرف بجا ہے دولت کا
طوق پہنائے گا یہہ ذلت کا

کیا پنپنے کے ہیں یہی اطوار
کیا بزرگوں کے تھے یہی کردار

گھوڑا جوڑا جہیز ہے لعنت
توڑتی ہے ولیمہ کی دعوت

لذتوں کے کئی کئی ساماں
اور ہزاروں میں ہوتے ہیں مہماں

یوں نمود و نمائش دولت
دوسری سمت پستی و ذلت

آنکھ ہوتی ہے دیکھ کے پُرنم
یوں خرافات میں پڑے ہیں ہم

وہ ولیمہ کا ہار ارے توبہ
اسکے حق میں ہزاروں کا صرفہ

یوں تباہی کے کھل گئے عنواں
ہے وہ مقصد میں کامراں شیطاں

اب تو اس سطح پر بھی ہیں اترے
مرغ لانے میں دیر تو جھگڑے

اللہ اللہ ہمارے ہیں اطوار
غیر بھی ہوں گے دیکھ کے بیزار

نوجوانو اٹھو کمر کس لو
ایسی بے جا روش بدل ڈالو

اب بزرگوں کی راہ اپناؤ
اپنے مالک کی اب رضا ڈھونڈھو

شمع سنّت کی اب کرو روشن
راہِ اسراف پر لگے قدغن

اپنی آسان شادیاں کر دو
سرورؐ دین کو شاداں کر دو

لڑکی والوں سے لینے میں جلدی
کیوں نہیں مہر دینے میں جلدی

لڑکے والوں کے گھر میں ہے شادی
لڑکی والوں کے گھر ہے بربادی

بن بیاہی ہیں لڑکیاں کتنی
اک علامت ہے یہ تباہی کی

حسن ہے علم ہے نہیں، پر زر
کوئی ملتا نہیں انہیں شوہر

بات رشتہ میں اب ہے دولت کی
کیا یہ ذلت نہیں ہے ملت کی

وہ جو محنت سے ملتی ہے دولت
شامل کب ہوتی ہے رحمت

ہوگا دولت کا روزِ حشر حساب
بن پڑے گا وہاں نہ کوئی جواب

وہ جو لا تسرفوا کا حکم ملا
پوچھے گا رب کہ کیوں عمل نہ کیا

ایک بیماری ہے وہ حرص و ہوس
اسکے انجام میں عذاب ہے بس

مرضیٔ رب میں شادی ہو آساں
اسکی خوشنودی کا ہے یہ ساماں

رقص و باجے کی کیا ضرورت ہے
اس پہ پابندیٔ شریعت ہے

بیانڈ آتش و پھلجھڑی توبہ
ہے شریعت سے دل لگی توبہ

آپ تو یوں نکال لیں حسرت
سب مکینوں کی نیند ہو غارت

رہتا ہے فجر تک یہہ شر جاری
بعد ازاں نیند ہوتی ہے طاری

ہوتے ہیں تارک نماز سبھی
حکم خالق سے بے نیاز سبھی

کیا ہے اپنی یہی مسلمانی
کیا نہ ہوگی وہاں پشیمانی

اب تو بہر خدا سنبھل جاؤ
چھوڑ دو یہہ کھیل اور بدل جاؤ

دیں سے وابستہ اپنے ہو کے رہو
غیروں کی نظر میں نمونہ بنو

ڈھیل سے رب کی یوں نہ ہو غفلت
ورنہ ہم ہوں گے اور ہر ذلت

حق ادا تونے کر دیا ثاقب
ہو اثر ہے مری دعا ثاقب



جوڑا جہیز چھوڑ دو

کتنی ہی اَن بیاہی ہیں لڑکیاں گھروں میں
کڑھ کڑھ کے مر رہی ہیں سو بار وہ دلوں میں

قسمت کو رو رہی ہیں مجبوریوں میں ڈوبی
سودا جہیز کا ہے جو نوجواں سروں میں

اے نوجواں ہمارے جوڑا جہیز چھوڑ دو

حرص و ہوس ہی اپنی اس رسم کو ہوا دی
عقل و خرد نے لیکن ملت کو یوں ندا دی

ہے وقت کا تقاضا ہے وقت کی منادی
آسان کر دو اپنے ابنائے دیں کی شادی

اے نوجواں ہمارے جوڑا جہیز چھوڑ دو

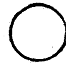
کب بزرگوں نے اسکو اپنے گلے لگایا
حرص و ہوس سے عاری اخلاق کو سنوارا

پیش نظر تھا اُن کے خوش خلقی اور اُسوا
کیا مانگتے تھے وہ یوں گھوڑا جہیز جوڑا

اے نوجوان ہمارے جوڑا جہیز چھوڑ دو

کراں روایتوں سے اے نوجواں بغاوت
جوڑا جہیز ہے یہ ملت کے حق میں لعنت
بن جائے اپنا اُسوا سرکارؐ کی وہ سنت
دیکھو یہی ہمارے رب کی بھی ہے مشیت

اے نوجوان ہمارے جوڑا جہیز چھوڑ دو



شاعر اور ٹاڈا

میں شاعر ہوں غم خوار انسان ٹاڈا
کراتا ہوں یوں تیری پہچان ٹاڈا

ہیں بوڑھے و بچے بھی تیری پکڑ میں
بہت نوجواں ہیں پریشان ٹاڈا

کئی چھوٹتے ہیں مگر یہ نہ چھوٹے
مسلماں پہ ہے یوں مہربان ٹاڈا

تصور ترا کب یہ ایٹم سے کم ہے
خطا سب کے ہیں آج اوسان ٹاڈا

تو پیدا ہوا جس غرض کے لئے ہے
ادھر ہی رہے بس ترا دھیان ٹاڈا

بغاوت، عداوت کچلنا ہے لازم
مگر اس حقیقت کو پہچان لازم

نمازوں کا پڑھنا بغاوت نہیں ہے
کیا ان کو تو نے پریشان ٹاڈا

میں کہتا ہوں دہشت کا بازار کر سرد
عدالت کی بن ایک میزان ٹاڈا

جہاں بھی عدالت نے ان کو ٹٹولا
تو ہوتا رہا واں پشیمان ٹاڈا

بچاری حکومت بھی الجھن میں ہے اب
ہوا شرمساری کا عنوان ٹاڈا

نہ معلوم کب تیرا پنجہ پڑے گا
ہیں لرزاں سبھی تجھ سے ارمان ٹاڈا

ٹھکانوں میں پولس کے تو چین سے رہ
یہی ہے مصائب کا درمان ٹاڈا

بہاروں کا مسکن جو بن کر رہا یہہ
نہ ہو یہہ گلستاں بیابان ٹاڈا

نہ اتنا مسل دے کلی اور گُل کو
کہ رونے لگے خود گلستان ٹاڈا

ہے طالب اسی بات کی تجھ سے دانش
نہ کر داغدار اپنا دامان ٹاڈا

یہ بہتر ہے معدوم ہو جائے خود تو
ذرا دیکھ اپنا گریبان ٹاڈا

تقاضا یہی تجُھ سے کرتا ہے ثاقب
نہ بن تو تباہی کا سامان ٹاڈا





مقامِ اقبال (شاعرِ مشرق)

شاعرِ بے مثال ہے اقبال
عاقلِ باکمال ہے اقبال

صاحبِ پُرجمال ہے اقبال
زیرکِ ذوالجلال ہے اقبال

کشورِ شاعری کی وادی میں
دولتِ لازوال ہے اقبال

فکر و فن اور مقصدیت میں
ماورائے خیال ہے اقبال

نوجوانوں کی نظر کے آگے
باثمر اک نہال ہے اقبال

سرورِ دیں ﷺ کی عظمتوں کا نقیب
نازِ عشقِ بلالؓ ہے اقبال

ان پہ قربان ہوئی ہے رعنائی
رشکِ حسنِ ہلال ہے اقبال

گر کوئی مجھ سے پوچھے کہہ دوں گا
میرا اپنا سوال ہے اقبال

فکرِ ملّت کی خالی جھولی میں
فیضِ جود و نوال ہے اقبال

اپنے ماضی کی شان کا درپن
گویا آبِ زلال ہے اقبال

چیرنے کیلئے دلِ تیرہ
نشترِ قیل و قال ہے اقبال

جس پہ کھلتے ہیں رازِ کون و مکاں
گویا بطنِ رجال ہے اقبال

ان کی ہر بات اترتی ہے دل میں
ناصحِ خوش مقال ہے اقبال

ان کی مرہون ہے جدید غزل
محسن بانوال ہے اقبال

اسکو دیتا ہے حسن اور ثبات
فلسفہ کا عقال ہے اقبال

بہر عرفانِ ذاتِ احدیت
رہنمائے وصال ہے اقبال

قدرداں ہے زبان رومیؒ کا
رازدانِ رجال ہے اقبال

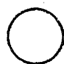
شارحِ عظمت ولایت ہے
صاحبِ خوش خیال ہے اقبال

اپنی مِلّت کے حق میں بے شبہ
رہبرِ خوش خصال ہے اقبال

غور سے دیکھئے کلام ان کا
اک علاجِ زوال ہے اقبال

فکر و دانش و آگہی کیلئے
روشنی کا کمال ہے اقبال

فِکر تناقض میں ہے رجلا اس سے
ہاں متاعِ خیال ہے اقبال



تعارف جمعیۃ العلماءِ ہند تاریخ کے آئینے میں

علماءؔ کی اک جماعت جمعیت العلماءؔ
اک مرکزِ ہدایت جمعیت العلماءؔ

نظمِ بقائے ملت جمعیت العلماءؔ
ہے اک ردائے رحمت جمعیت العلماءؔ

آزادیٔ وطن کی جدوجہد کی رہبر
سب سے بڑی حقیقت جمعیت العلماءؔ

مقصود اور منزل جس کی ہے جادۂ حق
وہ رہبرِ سیاست جمعیت العلماءؔ

مظلوم اقلیت کے حق میں ہے اس زمیں پر
اک طاقت و حرارت جمعیت العلماءؔ

اس ہند کی زمیں پر احسان جس نے رکھا
آئینہ دارِ عظمت جمعیت العلماءؔ

پروردۂ جناب مدنی حسین احمد
حق کی عظیم طاقت جمعیت العلماء

حالات کا تقاضا یہہ ہم سے کہہ رہا ہے
ہے آج کی ضرورت جمعیت العلماء

ہوتا ہے دور جس سے ماحول کا اندھیرا
اک مشعلِ قیادت جمعیت العلماء

جس سے نصیب ہوگی ملت کو تابناکی
وہ محور فراست جمعیت العلماء

یہہ بھی ہے اک حقیقت تاریخ جسکی شاہد
ہے اک سبیلِ عزت جمعیت العلماء

طبقاتِ مختلف کو اک دعوت عمل ہے
اک منزل رفاقت جمعیت العلماء

اس میں نہیں کوئی شک یہہ بھی ہے اک حقیقت
تاریخ سازِ خدمت جمعیت العلماء

ہے آب و تاب اسکی ابتک بھی رشک دوراں
اک شاہکار قدرت جمعیت العلماءؔ

تعلیم کے وظیفے دیتی ہے مسلموں کو
کرتی ہے یوں اعانت جمعیت العلماءؔ

تاریکیوں کا سینہ چیرا ہے جس نے بیشک
منزل کا وہ دیا ہے جمعیت العلماءؔ

"آزادی وطن کی تحریک کی حرارت
ملت کی رہنما ہے جمعیت العلماءؔ

مُفتی کفایت اللہ، غفار خاں و محمود
ان سب کی اک ردا ہے جمعیت العلماءؔ

محمود حسین، باری، عبدالعزیز مُحدث
ان سب کا رابطہ ہے جمعیت العلماءؔ

احمد شہید، امداد، حضرت عُبید سندھی
احمد سعید، عطا ہے جمعیت العلماءؔ

جسونت، مہندر پرتاب آزادی کے مجاہد
دونوں کا ولولہ ہے جمعیت العلماء

تھے انجم قیادت، حضرت حسین احمد
انھیں کا راستہ ہے جمعیت العلماء

اسعد بھی اور امجد محمود اب ہیں رہبر
ان سے یہ چمن سجا ہے جمعیت العلماء

اک شمع علم قرآں ہے ساتھ ساتھ اسکے
ارشد سے پر ضیا ہے جمعیۃ العلماء

ہیں قدرداں اسکے اہل دکن بھی کب سے
ان کی جو رہنما ہے جمعیت العلماء

ارباب جمعیت پر کوہ ستم ہیں ٹوٹے
ایسوں کا قافلہ ہے جمعیت العلماء

انگریز اپنے دشمن انہیں کو تھے سمجھتے
ہے باقیات شہدا جمعیت العلماء

صد بار ہا کا دلوں کے دامن بچا بچا کر
منزل تلک رسا ہے جمعیت العلماء

آزادیٔ وطن کی شمع جلی ہے جس سے
وہ رہبر و قا ہے جمعیت العلماء

اب تک بھی جل رہا ہے اس کا چراغ فیضان
تعریف یوں بجا ہے جمعیت العلماء

آزادی کے پچاسویں سن میں بھی ہے یہ نکھری
خوشیوں کی ہمنوا ہے جمعیت العلماء

ساری جماعتوں میں تو منفرد رہی ہے
یوں تہنیت روا ہے جمعیت العلماء

اب تو خزاں رسیدہ ساری جماعتیں ہیں
تیرا چمن ہرا ہے جمعیت العلماء

وہ کشورِ سیاست ہے قدردان اب تک
سکّہ تو اک کھرا ہے جمعیت العلماء

ملت کی ترجمانی تجھ پر ہی منحصر ہے
زنجیرِ رابطہ ہے جمعیت العلماء

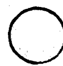
ہندوستاں کو تیری درکار ہے حمایت
طوفاں میں جو گھرا ہے جمعیت العلماء

ترکِ رسوم بیجا اب تیرا مدعا ہے
حق کی یہی رضا ہے جمعیت العلماء

اسعد سے لی جلالت، شبیر سے حمایت
دکن میں برملا ہے جمعیت العلماء

شبیر سے تو موقف، محمود تر ہوا ہے
رتبہ میں اب سوا ہے جمعیت العلماء

یوں قدرداں اسکی ثاقب کی شاعری ہے
طغیاں میں ناخدا ہے جمعیت العلماء





پانی کی حقیقت اور اسکی اہمیت

رونقِ شش جہات ہے پانی
نعمتِ باحیات ہے پانی

یہ نہ ہو تو حیات کا کیا ہو
ہاں مسیحا صفات ہے پانی

اسکی تاثیر کے ہیں دو پہلو
یعنی حیات و ممات ہے پانی

ہر غلاظت کو دور کرتا ہے
پاک کرنے کی بات ہے پانی

ماند سورج کی روشنی اس سے
بادلوں کی برات ہے پانی

اسکے آگے مجال آگ کی کیا
اسکو دیتا جو مات ہے پانی

رہگزاروں میں تپتی راہوں میں
تحفۂ ذی حیات ہے پانی

جھیل دریا نہر ہزاروں ہیں
سات بحروں کی بات ہے پانی

ساری بازارِ کائنات میں یہ
ایک جنسِ ثقات ہے پانی

اسکی سائنس بھی ہے دست نگر
جوہرِ طبعیات ہے پانی

اس سے سرسبز گلشن و صحرا
محورِ ہر نبات ہے پانی

اس میں صحت ہے لذت و تسکیں
ایک جامع صفات ہے پانی

سطحِ ارضی پہ زیرِ ارض بھی یہ
رحمتِ کائنات ہے پانی

اسکی طاقت کا پوچھنا کیا ہے
ہائیڈروجن کی بات ہے پانی

اب ہجوموں کو توڑنے کیلئے
اپنی پولس کا ہات ہے پانی

بحرِ قلزم میں غرق ہوا فرعون
جابروں سے نجات ہے پانی

نوحؑ کی قوم سب ہلاک ہوئی
کافروں کی ممات ہے پانی

پوچھئے اپنی رودِ موسیٰؑ سے
ایک طغیانِ رات ہے پانی

یادگار ذبیح ہے پانی
زمزم با حیات ہے پانی

اس سے سیراب ہیں کروڑوں میں
تا ابد و افرات ہے پانی

آبشاروں کی یہ زباں بن کر
نغمۂ التفات ہے پانی

اس سے ٹھنڈا زمین کا سینہ
معدنِ ارضیات ہے پانی

سب چرند اور پرند بھی محتاج
حاجتِ کائنات ہے پانی

انحصار لباس اور غذا
صنعتوں کی حیات ہے پانی

اس سے بن جاتی ہے سمنٹ فولاد
کیا عجوبہ صفات ہے پانی

صحت و تندرستی اسکی رہین
شاملِ ادویات ہے پانی

ذائقہ اس سے ہے زباں کیلئے
ہاں نمک کی نشات ہے پانی

پھول و پھل کی بہار اس سے ہے
تازگیٔ حیات ہے پانی

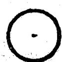
اس میں پوشیدہ ہیں ہزاروں بطن
یہہ بھی گویا لغات ہے پانی

کم سنوں کیلئے ضروری ہے
لازم بالغات ہے پانی

یا کئی مومنات ہے پانی
حاجت کافرات ہے پانی

اسکی تعریف مختصر یوں ہے
عنصر لازمات ہے پانی

خوب ثاقب بیاں کیا تونے
شاہکار حیات ہے پانی



ہم اور ہمارا پانی

آج آبِ حیات ہے پانی
آج نایاب ذات ہے پانی

کبھی دن میں کبھی تو رات آتا
اب نہ دن میں نہ رات ہے پانی

آج سیندھی شراب ہے وافر
آج تو ات کی بات ہے پانی

کہیں میلا ہے اور بدبو کا
زندگی سے نجات ہے پانی

اب حکومت بھی ہے تھکی ماندی
اسکی قسمت کی رات ہے پانی

شہریانِ قدیم شہر کو اب
گویا آبِ فرات ہے پانی

اسکو فرصت کہاں مسائل سے
کیوں حکومت کے ہات ہے پانی

اب غریبوں کو دیکھتا ہے کون
آج "دولت" کی بات ہے پانی

آج باہر ہے دسترس سے یہہ
آج ناممکنات ہے پانی

ہم سے روٹھا ہوا ہے کیوں افسوس
محسنِ کائنات ہے پانی

روز جمعہ بھی ہم نہا نہ سکے
باعثِ اضطرار ہے پانی

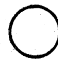
اب اسے ہم کہاں تلاش کریں
یوں دل سے فرار ہے پانی

ہائے کیا ہوگا حال مستقبل
کر دیا بے قرار ہے پانی

اب حکومت سے کیا کریں شکوہ
وعدۂ بار بار ہے پانی

زندگی اب وبال ہے اپنی
خارجِ اختیار ہے پانی

اب عبادت کی طرح سے ثاقب
ذکرِ لیل و نہار ہے پانی



ہماری سڑکیں

یہ شہر ہے یا ویرانہ ، ہر راہ میں ٹھوکر کھانا
یہ سچ ہے نہیں ہے فسانہ ، ہنستا ہے دیکھ زمانہ

ہائے یہ ہماری سڑکیں

انسان کا چلنا مشکل ، حیوان کا چلنا مشکل
مہمان کا چلنا مشکل ، بلوان کا چلنا مشکل

ہائے یہ ہماری سڑکیں

یہ شہر ہوا دو آدھا ، کہتے ہیں نیا و پرانا
ہے نئے میں طبقہ اعلیٰ ، اور قدیم میں ہے ادنیٰ

ہائے یہ ہماری سڑکیں

بارش میں جو چلتا ہوگا ، وہ ایک تماشا ہوگا
ہر کپڑا میلا ہوگا ، کیچڑ جو اچھلتا ہوگا

ہائے یہ ہماری سڑکیں

کنکر ہے کہیں پہ اکھڑا ، ہموار نہیں ہے رستا
پانی ہے کہیں پہ ٹھہرا ، ہو جیسے ندی نالا

ہائے یہ ہماری سڑکیں

گر آئیں چیف بتادوں ، ہر راہ انہیں دکھلا دوں
سب آنکھوں دیکھی سنا دوں ، سب حال انہیں سمجھا دوں

ہائے یہ ہماری سڑکیں

گر راستے یونہی رہیں گے ، ہم کوئی بھی ووٹ نہ دینگے
سو بار یہی تو کہیں گے ، ہم کب تک آہ بھرینگے

ہائے یہ ہماری سڑکیں

ہے کہیں یہ موری اُبلتی ، اور گندگی ہر سو بہتی
بدبو سے ناک سکڑتی ، اور دل میں آگ سلگتی

ہائے یہ ہماری سڑکیں

سڑکوں پر کہیں گڑھے ہیں ، کچھ انساں ان میں گرے ہیں
اکثر تو زخمی ہوئے ہیں ، کچھ دنیا چھوڑ چلے ہیں

ہائے یہ ہماری سڑکیں

ہر فکر و دانش حیراں ، یہ کام ہو کیسے آساں
غفلت سے ہیں سب ہی نالاں ، اب کون کرے گا درماں

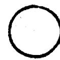
ہائے یہہ ہماری سڑکیں

آبادی وہ جو اجڑی ہے یہہ دیکھ کے خلقت روئی
حکام کی یہہ دلچسپی تعمیر پہ کیوں نہیں لگتی

ہائے یہہ ہماری سڑکیں

مقصود نہیں ہے شکوہ، اخلاص کا ہے اک جذبہ
ثاقب یہی ہے منشا، بہتر رہے ہر اک رستا

ہم اور ہماری سڑکیں





اجتماعی شادیوں کی تہنیت

اب زمانے کی نگاہوں میں یہہ منظر آگیا
دردمندوں نے غریبی کا مداوا کر دیا
نوجواں ارماں کی دنیا میں اجالا ہوگیا
اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

آج کتنے ہی گھروں میں ان بیاہی لڑکیاں
گھوڑے جوڑے کی وبا پر لے رہی ہیں سسکیاں
رو رہی ہیں اپنی قسمت کو کئی مجبوریاں
مخلصوں نے دور کیں اس راہ کی دشواریاں
اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

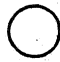
یہہ تقاضا وقت کا ہے وقت کی آواز ہے
نامرادوں کی مرادوں کا اسی میں راز ہے
خاک طیبہ اور فلاح معاشرۃ پر ناز ہے
ان کی ہمت اور وفاؤں کا عجب اعجاز ہے
اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

شکر ہے مالک غریبوں کے کھلے قسمت کے پھول
ان کے حق میں بہتری کی ہو دعا سب کی قبول
یا خدا توفیق دے اوروں کو اب بہر حصول
جس سے راضی ہوں خدائے پاک اور اسکے رسولؐ

اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

کس قدر مسرور ہے ثاقب یہ منظر دیکھ کر
شاد ہیں سرشار ہیں ہر فرد کے قلب و نظر
قومی یکجہتی کا یہاں پھیلا ہے اب نور سحر
یاالٰہی ڈال دے ہر ایک پر اس کا اثر

اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں



خاکِ طیبہ ٹرسٹ

فیض بخشی کا پُرنور مینار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ
مرحبا باثمر ایک گلزار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

ارض طیبہ سے منسوب ہے مرحبا خاکِ طیبہ ٹرسٹ
نیک بندوں کا سامانِ ایثار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

جن کو اللہ سے سرفرازی ملی، دردمندی ملی
ان کی کوشش سے ملت کا معمار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

مرکزِ فیض و احسان جدہ میں ہے اور دکن میں بھی
جذبۂ فیض بخشی سے سرشار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

ایک عابد رہے اور اب ہیں ولی اور یزدانی بھی
ایک زاہد و عظمت علمدار ہے، خاکِ طیبہ ٹرسٹ

شادی نادار کی، طالبوں کی مدد، بیوگاں کی مدد
غم زدوں بے نواؤں کا غم خوار ہے، خاکِ طیبہ ٹرسٹ

اسکے اغراض اسکے مقاصد سبھی قابلِ ناز ہیں
سب کی تائید و نصرت کا حقدار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

صرف خوشنودیٔ رب ہے پیشِ نظر اور کچھ بھی نہیں
پست و پچھڑے ہوؤں کا مددگار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

تیرا مطلوب ہے قدرِ انسانیت اور ہو یہ بلند
قدرداں کام کی تیرے سرکار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

کامیابی قدم چوم لے گی ترے یہ یقیں ہے ہمیں
سرپرستی کو اب تیری آنوار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

لے کے حسنِ عقیدت کی سوغات یاں آج ثاقب بھی ہے
ذہن اور فکر پر تو ضیا بار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ



فضیلتِ تعمیرِ مسجد

خدا کی عنایت ہے تعمیرِ مسجد
محمدؐ کی رحمت ہے تعمیرِ مسجد

سعادت بھی ہے دولت ہے عظمت بھی ہے یہ
مسلماں کی عزت ہے تعمیرِ مسجد

خدا اور نبیؐ کی ہے خوشنودی اس میں
قبالۂ جنت ہے تعمیرِ مسجد

وَمَن یَعمُر کی ہے قرآں میں آیت
اسی کی بشارت ہے تعمیرِ مسجد

کریں شکر معمار اپنے خدا کا
خدا سے بھی قربت ہے تعمیرِ مسجد

رضائے خدا اور رضائے نبیؐ میں
دلوں کی حرارت ہے تعمیرِ مسجد

عجب منزلت کی ہے ہر ایک مسجد
سرورِ عبادت ہے تعمیرِ مسجد

ہے تعلیمِ قرآں بڑی اک سعادت
بڑی ایک دولت ہے تعمیرِ مسجد

ملی جس کو توفیق خوش بخت ہے وہ
محمدؐ کی سنت ہے تعمیرِ مسجد

خدا سے محبت کی ہے ایک صورت
متاعِ سخاوت ہے تعمیرِ مسجد

اُنہیں تہنیت پیش کرتا ہے ثاقب
نشانِ کرامت ہے تعمیرِ مسجد





تعارف جامعۃ الفاروقیہ

تنویر دین مصطفےٰ جامعۃ الفاروقیہ
عرفان کا دارالہدیٰ جامعۃ الفاروقیہ

اس دور کے چلتے ہوئے طوفانِ انتشار میں
سُنی عقائد کا دیا جامعۃ الفاروقیہ

تحفیظِ قرآن و حدیث، تفسیرِ قرآن و فقہ
ایماں کی منزل کا پتہ، جامعۃ الفاروقیہ

نام و ریا سے پاک ہے، فیضان اس کا ٹھوس ہے
کہتا ہے ہر اک مرحبا، جامعۃ الفاروقیہ

اس کا چلن اخلاص ہے، اخلاص میں حق کی رضا
ہے دین کا سکہ "کھرا"، جامعۃ الفاروقیہ

یہ خیرکم اور اُخرِجت للنّاس کا مصداق ہے
یا مرحبا یا مرحبا، جامعۃ الفاروقیہ

ہارون کے مہر و وفا نے، اس کا ساماں کر دیا
فاروقیت کی ہے ردا، جامعۃ الفاروقیہ

حسان کا ہے انتظام، الطاف کی تائید ہے
دونوں سے ہے یہ پُرضیا، جامعۃ الفاروقیہ

ثاقب ہے تیرا مدح خواں، اور مدح میں سرشار ہے
تعریف تیری ہے بجا، جامعۃ الفاروقیہ



فضیلتِ آثارِ مبارک

یہ کتنے ضیا بار ہیں آثار مبارک
سرکارؐ کے انوار ہیں آثار مبارک

اک سلسلۂ نور حیاتِ نبوی ہیں
اک دولتِ دیدار ہیں آثار مبارک

ہے اس میں شفائے دل وجاں آنکھ کی ٹھنڈک
ہاں زارو نزار بیمار ہیں آثار مبارک

ان موئے مبارک میں نکلتی ہیں جو شاخیں
یہ ان کے ہی آثار ہیں آثار مبارک

اب ان سے ضیا پاتا ہے گلزار تمنا
دلدار کے اسرار ہیں آثار مبارک

قرآں میں مذکور ہے تابوتِ سکینہ
اسلام کا شہکار ہیں آثار مبارک

وابستہ ہوئی فتح و ظفر اس کے کرم سے
نا قابلِ انکار ہیں آثار مبارک

اللہ کے محبوب کے قدموں سے ہے نسبت
زمزم کے بھی اذکار ہیں آثار مبارک

خالدؓ کی شجاعت کا خزانہ بھی ہیں آثار
تاریخ کا اقرار ہیں آثار مبارک

وہ دستِ نبیؐ سے جو ہوا خوانِ انسؓ مس
ہر آگ میں گلزار ہیں آثارِ مبارک

سرکارؐ کی چادر جو بوصیریؒ کو ملی ہے
وہ شافیٔ بیمار ہیں آثار مبارک

بینائی ملی حضرت یعقوبؑ کو جس سے
اس کرتے کے سب تار ہیں آثار مبارک

اس سامری مشرک سے جو پوچھا تو کہا یہ
جبریلؑ کے اسرار ہیں آثار مبارک

قدموں کے نشاں جائے سجود اور حجر اسود
یہ سب ہی تو آثار ہیں آثار مبارک

خوش بختی پہ اترائیں تو برحق ہے یہ ثاقب
اک دامن ابرار ہیں آثار مبارک

○



دارالقضائت

سزاوار عزت ہے دارالقضائت
ہماری ضرورت ہے دارالقضائت

خدا اور نبیؐ کی رضا کا ہے مرکز
ضیا بارِ حکمت ہے دارالقضائت

حدیث اور قرآن کی اتباع میں
نفاذِ شریعت ہے دارالقضائت

جہاں عقل و دانش کی جلتی ہے شمع
حدودِ فراست ہے دارالقضائت

ہے یاں صرف قانون کی پاسداری
نوید عدالت ہے دارالقضائت

شریعت، فقہ اور احکام دیں کی
حسیں اک عمارت ہے دارالقضائت

اسی سے ہے اسلام کی سربلندی
محمدؐ کی رحمت ہے دارالقضائت

مسلماں پہ لازم ہے توقیر اسکی
متاعِ ہدایت ہے دارالقضائت

گریز اس سے بربادیوں کی ہے دعوت
بھلائی کی دعوت ہے دارالقضائت

حیاتِ جماعت ہے اک قومی عظمت
اسی کی حرارت ہے دارالقضائت

یہاں مسند آرا ہیں اہلِ عدالت
نظامِ قضائت ہے دارالقضائت





فضیلتِ روزہ داری

خدا کی عنایت ہے یہہ روزہ داری
محمدؐ کی رحمت ہے یہہ روزہ داری

خدا کی صفت کا یہہ روزہ ہے مظہر
مسلماں کی عظمت ہے یہہ روزہ داری

جزا اسکی ملتی ہے دستِ خدا سے
قبالائے جنت ہے یہہ روزہ داری

زہے نو نہالاتِ ملت کے حق میں
عجب اک سعادت ہے یہہ روزہ داری

یہہ حکمِ خدا ہے یہہ حکمِ نبیؐ ہے
مکمل عبادت ہے یہہ روزہ داری

مسلماں کے حق میں یہہ نعمت ہے بے شک
خدا کی مسرت ہے یہہ روزہ داری

غریبوں کا احساس بڑھتا ہے اس میں
مشیت کی حکمت ہے یہ روزہ داری

ہر اک سمت افطار کا اہتمام ہے
بزرگوں کی سنت ہے یہ روزہ داری

مسلمان کوئی نہ تارک ہو اس کا
کہ دینی ضرورت ہے یہ روزہ داری



انجمن قادری حیدرآباد

دین و ایمان کا اک گلستان ہے انجمن قادری انجمن قادری
کتنی پُر ناز ہے کتنی ذیشان ہے انجمن قادری انجمن قادری

دورِ حاضر میں اک شمعِ ایمان ہے انجمن قادری انجمن قادری
اہلِ سنت مسلماں کی پہچان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اسکی تنویرِ قلب و جگر کا چراغ، رہبرِ منزل و رہبرِ کارواں
اپنے سید محمد کا داماں ہے انجمن قادری انجمن قادری

ہند کا قوا[illegible] ہے شہر حیدرآباد ہاں اسی شہر میں ہاں اسی شہر میں
قادریت کی عظمت کا عنوان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اپنے اغراض اپنے مقاصد میں یہ باعمل بھی ہے اور قابلِ ناز بھی
سربلندیِ ملت کا ساماں ہے انجمن قادری انجمن قادری

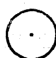
ایک محبوبِ حق اس کا نگراں ہے، اس کا ضامن بھی ہے
جس پہ نازاں دکن کا مسلمان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اس سے وابستگی اک سعادت بھی ہے، ایک دولت بھی ہے
اپنے ایماں کی پستی کا درماں ہے انجمن قادری انجمن قادری

اسکے انوار ہر سمت ہیں ضوفشاں، دینی تعلیم کا اہتمام اس میں ہے
جس کا چاروں طرف حسن فیضان ہے انجمن قادری انجمن قادری

قابل دید ہے قابل ناز ہے، یہ ترا بانکپن، اور تری یہ پھبن
دل جگر جان سب تجھ پہ قرباں ہے انجمن قادری انجمن قادری

یہ محمد حسینی ترے صدر ہیں، ضوفشانی تری اور بھی بڑھ گئی
مدح خوانی پہ ثاقب بھی نازاں ہے انجمن قادری انجمن قادری





فلسفۂ شہادت

دل و جاں کا اپنے ہو ارماں شہادت
ہے اپنی تباہی کا درماں شہادت

مسلماں ہوا حیف محروم عظمت
ہے داروئے دردِ مسلماں شہادت

اُسے حشر تک کی بقا کا ہے انعام
عطا کرتی ہے روحِ ایماں شہادت

اسی سے تو پائی ہے قوموں نے عزت
ہے اک جوہرِ نابِ انساں شہادت

بہارِ ارم جس پہ صد بار قرباں
دل و روح کا ہے گلستاں شہادت

اُلٹ کر کے تاریخ عالم کو دیکھو
مسلماں کی عزت کا ساماں شہادت

مٹا دیجئے اختلافات باہم !
بنے زیورِ عہد و پیمانِ شہادت

ہر اک ظلم کے آگے بن جائیں دیوار
یہی ہے خراجِ شہیدانِ شہادت

قیامت تلک روشنی بانٹتی ہے
ہے در کربلا شمع ایمانِ شہادت

لیے گود میں کنبۂ مرتضیٰ ؓ کو
قیامت میں پھرتی ہے لرزاں شہادت

علی ؓ کے دلاروں کو جب خوں میں دیکھا
ہوئی خود بھی ان میں پشیماں شہادت

یہی رہبرِ منزلِ اخروی ہے
حیاتِ ابد کا ہے عنواں شہادت

ازل سے ابد تک ہے اسکی نظر میں
ہے وہ سرمۂ چشمِ ایمانِ شہادت

نہ دیکھی یہ شان اور شوکت کہیں بھی
حُسینی چمن پر ہے قُرباں شہادت

یہی کُفر کو کاٹ کر پھینکتی ہے
ہے اسلام کی تیغِ بُرّاں شہادت

خدا تک رسائی کا ہے ایک زینہ
ہے حسنِ تمنائے پاکاں شہادت

گرا دیگی وہ قعرِ ذلت میں سب کو
جو دیکھے گی ان کو گریزاں شہادت

حیاتِ ابد کے برستے ہیں موتی
ہے رحمت کی اک ابرِ نیساں شہادت

شہیدوں کا انجام دیکھا جب اس نے
ہے محشر میں ہر سمت نازاں شہادت

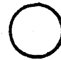
خدا کا نظر اس کو آتا ہے جلوا
لگائی جسے ضربِ پیکاں شہادت

کھلاتی پلاتی ہے زندوں کی مانند
بناتی ہے جنت کا مہماں شہادت

خدا نے کہا ان کو مردہ نہ سمجھو
چھپا لے جیسے زیر داماں شہادت

یقیناً وہی موت ہے سب سے بہتر
کریں یاد جس کو بہ عنواں شہادت

ہے حق کی حفاظت و حق کی اشاعت
صحابہؓ کا تھا شوق و ارماں شہادت



تعارفِ اجمیرِ مقدس

تمنائے مردانِ عرفاں ہے اجمیر
کروڑوں مسلماں کا ارماں ہے اجمیر

زمیں ہند کی ناز کرتی ہے جس پر
ولایت کے سلطاں کا ایواں ہے اجمیر

غریبوں کو ملتی ہے راحت یہیں سے
غریبوں کی عزت کا ساماں ہے اجمیر

مری آرزوؤں کا قبلہ یہی ہے
یہ قربان تجھ پر مری جاں ہے اجمیر

نگاہیں اسی سمت سب کی لگی ہیں
ہمارے مصائب کا درماں ہے اجمیر

عقیدت کی آنکھیں ہوئیں اس سے روشن
کہ فردوس منظر بداماں ہے اجمیر

رسالت کے منصب کا اک ترجماں ہے
ولایت کی عظمت کا عنواں ہے اجمیر

ملک جانتے ہیں ہے کیا اسکی عظمت
عروس البلاد مسلماں ہے اجمیر

گلِ قطبیت مسکراتے ہیں جس سے
وہ پر نور گلزار فیضاں ہے اجمیر

طواف اس کا کرتے ہیں لاکھوں دل و جاں
عقیدت کی شمع فروزاں ہے اجمیر

جو راہی ہوا اسکی منزل پہ پہونچا
کہ جنت کی اک راہ آساں ہے اجمیر

ذرا اسکے انوار پُر کیف دیکھو
بہشت بریں کا خیاباں ہے اجمیر

جہاں سے ہوا ٹھنڈی آتی تھی ان کو
رسول خدا کا گلستاں ہے اجمیر

ہے لاکھوں دلوں میں ضیائے عقیدت
اسی سے تو رشکِ چراغاں ہے اجمیر

ہزاروں جو ولیوں کے ہیں آستانے
ستاروں میں ماہ درخشاں ہے اجمیر

مسلماں ہوئے جن سے ننانوے لاکھ
اسی مردِ حق کا شبستاں ہے اجمیر

یہ مرکز ہے ابدال و اقطابِ دیں کا
فلک کے ملائک کا ارماں ہے اجمیر





عظمتِ برقعۂ اسلامی

ہے نسوانی عظمت کا حصہ یہہ برقعہ
ہے خاتونِ جنت کا اُسوہ یہہ برقعہ

خدا سے خشیت کی ہے اک علامت
حیا اور شرافت سراپا یہہ برقعہ

کسی طور سے ہو نہ ناقدری اسکی
سمجھ لو ہے رحمت کا سایا یہہ برقعہ

ہو احترام اس کا ہر اک پہ لازم
[illegible] کا [illegible] کھلونا یہہ برقعہ

اگر گنہ کے ہوں مرتکب اسکو لے کر
خدا اور نبی کا ہے منشا یہہ برقعہ

نظر آئیں تھیٹر میں جب کالے کالے
تو بنتا ہے اس جا تماشا یہہ برقعہ

خدا کو دکھائیں گے کیا حشر میں منہ
حیا کو اگر یوں مٹایا یہ برقعہ

پہن کر اسے ہرگنہ سے رہیں دُور
یہی کر رہا ہے تقاضا یہ برقعہ

نہ ہو حسن و چہرہ کی ہرگز نمائش
کھُلا ہو جو چہرہ تو کیسا یہ برقعہ

رضائے خدا میں اگر ہو حفاظت
تو جنت کا ہوگا قبالا یہ برقعہ

پہن کر ہوں گر مرتکب معصیت کے
بنے گا جہنم کا شعلہ یہ برقعہ

نظر آئے نا جسم کا کوئی حصہ
مکمل ہو عورت کا پردا یہ برقعہ

رکھو اسکی حرمت رکھو اس کی عظمت
ہنسی کا نہ موضوع ہو اپنا یہ برقعہ

کہوں گا یہی اپنی بہنوں سے ثاقب
کرے ہے ترجمانیٔ تقویٰ یہ برقعہ